ماہنامہ

محدث

بنارس

جنوری ۲۰۲۳ء ◆ جمادی الآخرہ ۱۴۴۴ھ

بے شک نماز مومنین پر وقت کی تعیین کے ساتھ فرض ہے ۲
سال نو اور ہم مسلمان ۵
مسلمان نفع بخش بنیں ۲۱
منہج سلف کے اثبات میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا منہج ۳۱
انسانی زندگی پر گناہوں کے اثرات ۳۹

دارالتالیف والترجمہ، بنارس، الہند

دینی، علمی، اصلاحی اور تحقیقی ماہنامہ

مجلہ محدّث بنارس

جلد: ۴۰
شمارہ: ۱

جمادی الآخرہ
۱۴۴۴ھ
جنوری ۲۰۲۳ء

اس شمارہ میں

۱- بے شک نماز مومنین پر وقت کی تعیین..	عبداللہ سعود	۲
۲- جرابوں اور موزوں پر مسح	ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ	۳
۳- سال نو اور ہم مسلمان	مدیر	۵
۴- سنن رواتب کے احکام و مسائل	ڈاکٹر عبدالصبور ابوبکر	۹
۵- محبت کا شرعی مفہوم	عبدالعلیم عبدالحفیظ	۱۴
۶- مسلمان نفع بخش بنیں	ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ	۲۱
۷- ہدایت وضلالت	عبیداللہ الباقی اسلم	۲۶
۸- منہج سلف کے اثبات میں....	مجیب الرحمٰن	۳۱
۹- انسانی زندگی پر گناہوں کے اثرات	طارق اسعد	۳۹
۱۰- اخبار جامعہ	ابوصالح دل محمد سلفی	۴۳
۱۱- فتاویٰ	ابوعفان نورالہدیٰ سلفی	۴۶

سرپرست
عبداللہ سعود سلفی

مدیر
محمد ایوب سلفی

معاون مدیر
اسرار احمد ندوی

مجلس مشاورت
مولانا محمد مستقیم سلفی
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی
مولانا صلاح الدین مقبول مدنی
مولانا محمد یونس مدنی
ڈاکٹر عبدالصبور ابوبکر مدنی

بدل اشتراک سالانہ

ہندوستان:	300	روپئے
خصوصی تعاون:	1000	روپئے
بیرون ممالک:	50	ڈالر امریکی
فی شمارہ:	30	روپئے

ارسال زر کا پتہ

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں
Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **INDIAN BANK,** KAMACHHA, VARANASI
A/cNo.2**1044906358**
IFSC Code: IDIB000V509

Darut Taleef Wat Tarjama, B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi - 221010

www.mohaddis.org

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَاباً مَّوْقُوتاً

بے شک نماز مومنین پر وقت کی تعیین کے ساتھ فرض ہے۔

عبداللہ سعود

پانچ وقت کی نماز مسلمانوں پر فرض ہے۔اس کے ادا کرنے پر ثواب ملے گا اور نہ ادا کرنے پر عذاب سے دوچار ہونا ہوگا۔اس کی فرضیت مکہ میں معراج کے واقعہ سے منسلک ہے۔اللہ کے رسول محمد ﷺ کو جبریل علیہ السلام کے ساتھ آسمانوں کی سیر کرائی گئی،سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا اور اللہ رب العالمین نے وہاں آپ کو پانچ وقت کی نماز ادا کرنے کا حکم دیا۔

نماز کیسے اور کب ادا کی جائے اللہ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعہ اپنے رسول کو بتایا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو سکھایا اور حکم دیا جیسے میں نماز پڑھتا ہوں اسی طرح تم لوگ بھی پڑھا کرو۔

نماز اسلام میں بندگی اور عبادت کا طریقہ ہے۔اللہ کی عبادت کیسے کی جائے،اس کا نمونہ نماز ہے۔نماز ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے۔خود ادا کرنا ہے۔حج بدل کی طرح نماز کا بدل نہیں ہے اس لیے طاقت کے مطابق ہر مسلمان کو ہر حال میں ادا کرنا لازمی ہے۔جو کوتاہی کرے وہ فاسق اور اللہ کا نافرمان ہے اور جو فرضیت نہ مانے وہ کافر اور منکر ہے۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: العهد الذي بيننا وبينهم الصلاة فمن ترك الصلاة متعمدا فقد كفر. (الترمذی:۲۶۲۱،وابن ماجہ:۱۰۷۹) ہمارے اور کفار کے درمیان نماز ایک حد فاصل ہے جو جان کر نماز نہ پڑھے اس نے کفر کا کام کیا۔

ہر قوم اور مذہب میں عبادت اور پوجا کا طریقہ ہے۔اسلام میں نماز عبادت کا طریقہ ہے۔اپنے پیدا کرنے والے اور روزی دینے والے رب کی عبادت دن میں پانچ بار کرنا فرض ہے۔یہ اللہ کا حکم ہے،جو نماز نہیں پڑھے گا وہ جہنم میں جائے گا۔قرآن میں ہے کہ جہنمی سے پوچھا جائے گا کیوں جہنم میں چلے گئے تو جواب دیں گے لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ (سورۂ مدثر:۴۳) ہم نماز پڑھنے والوں میں نہیں تھے۔

نماز کے جسمانی اور روحانی فائدے ہیں۔یہ وقت کی پابندی سکھاتا ہے۔مسجد معاشرہ میں میل جول کا ذریعہ ہے۔جہاں نمازی ایک دوسرے کے حالات سے باخبر ہوتے ہیں۔یہ پاکی وصفائی کا ضامن ہے۔وضوء کا طریقہ نیکی کے ساتھ بہت سی بیماریوں سے بچاتا ہے۔مسجد میں حاضری ہر قدم نیکی کا سبب ہے۔نماز میں خشوع وخضوع اللہ کے حضور انکساری اور تواضع ہے۔رفع یدین،قومہ،رکوع،سجدہ اور تشہد اور سلام میں دائیں بائیں سر گھمانا اور کلمہ کی انگلیوں سے اشارہ اور انگلیوں سے تسبیح وتحمید وتکبیر دل ودماغ اور جسم کی صحت وتوانائی کے اسباب ہیں۔

نماز معراج مومن ہے۔انسان کا اپنے رب کے آگے سر بسجود ہونا اللہ کی بندگی کی اعلیٰ مثال ہے۔اس میں اللہ سے مناجات کا اعلیٰ طریقہ بتایا گیا ہے۔اللہ نے نماز کو کافی اہمیت دی،معراج میں بلا کر اس کو عطا فرمایا اور اس کے ثواب واجر کو بھی سب سے اوپر رکھا۔وضوء سے لے کر مسجد کی طرف نکلنا اور ہر حرکت وقدم پر ثواب کا وعدہ فرمایا۔اللہ اپنے وعدہ میں سچا ہے۔مسلمانوں کو بھی اللہ کے تحفہ کو قبول کرتے ہوئے اس کا پورا حق ادا کرنا چاہیے۔ ☆☆

جرابوں اور موزوں پر مسح

ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ

عن المغيرة بن شعبة رضي الله عنه قال: كنت مع النبي ﷺ ذات ليلة في سفر، فقال: أمعك ماء؟ قلت: نعم، فنزل عن راحلته فمشى حتى توارى عني في سواد الليل، ثم جاء فأفرغت عليه الإداوة، فغسل وجهه ويديه، وعليه جبة من صوف، فلم يستطع أن يخرج ذراعيه منها حتى أخرجهما من أسفل الجبة، فغسل ذراعيه ثم مسح برأسه ثم أهويت لأنزع خفيه فقال: دعهما فإني أدخلتهما طاهرتين، فمسح عليهما. (صحيح البخاري: ٥٧٩٩، صحيح مسلم: ٢٧٦)

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک رات ایک سفر میں تھا تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا تمہارے پاس پانی ہے، میں نے کہا: جی ہاں، تو آپ ﷺ اپنی سواری سے نیچے اترے، پھر آپ قضائے حاجت کے لیے دور چلے گئے یہاں تک کہ رات کی تاریکی میں میری نظروں سے اوجھل ہو گئے، پھر واپس تشریف لائے تو میں نے آپ کے لیے مشکیزہ سے پانی انڈیلا۔ آپ نے اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کو دھویا۔ آپ اس وقت اونی جبہ پہنے ہوئے تھے اور اس کی آستین تنگ تھی جس کی وجہ سے آپ اپنی کہنیوں کو نہیں نکال پا رہے تھے لہٰذا آپ نے کہنیوں کو جبہ کے نیچے سے نکالا پھر انہیں دھلا پھر سر کا مسح کیا پھر میں جھکا تاکہ آپ کے جرابوں کو پیروں سے نکال دوں تو نبی ﷺ نے فرمایا: ان دونوں کو چھوڑ دو کیونکہ میں نے انہیں وضوء کے بعد پہنا ہے، پھر آپ نے ان دونوں پر مسح کیا۔

محترم قارئین! اسلام دین رحمت ہے۔ اس میں لوگوں کے مصالح کا مکمل لحاظ کیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے وہ غزوہ تبوک ۹ھ کا ہے۔ رات میں نبی ﷺ قضاء حاجت کے لیے صحرا میں گئے، اس وقت ٹھنڈی تھی۔ آپ اونی جبہ پہنے ہوئے تھے۔ جبے کا آستین تنگ تھا۔ قضائے حاجت کے بعد آپ نے وضو کیا۔ وضو کے دوران جبے کی آستین سے کہنی نکالنا مشکل ہو رہا تھا لہٰذا آپ نے جبے کے نیچے سے کہنیوں کو نکال کر دھلا اور ٹھنڈی سے بچنے کی خاطر پیروں میں خف (چمڑے کا موزہ یعنی جراب) پہنے ہوئے تھے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر جرابوں کو آپ کے پیر سے نکالنا چاہا لیکن آپ نے منع کر دیا اور فرمایا کہ میں نے انہیں وضو کے بعد پہنا ہے اور آپ نے ان دونوں جرابوں پر مسح کیا پھر آپ نے فجر کی نماز پڑھی۔ چونکہ دسمبر وجنوری کے مہینے میں ہمارے ملک ہندوستان میں شدید ٹھنڈی ہوتی ہے جس کی وجہ سے لوگ گرم اونی کپڑے پہنتے ہیں اور پیروں میں موزوں کا استعمال کرتے ہیں لہٰذا ہم بھی وضو کرتے وقت موزوں پر مسح کر سکتے ہیں، اس میں کوئی قباحت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی

طرف سے دی ہوئی رخصت اور آسانی ہے اور حرج ومشقت کا خاتمہ ہے۔جس طرح نبی ﷺ نے سفر میں جرابوں پر مسح کیا ہے اسی طرح آپ نے حالت اقامت میں بھی جرابوں پر مسح کیا ہے لہذا حالت سفر وحضر دونوں میں موزوں اور جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس میں وہ شروط پائی جائیں جنہیں فقہاء ومحدثین نے کتاب وسنت کی روشنی میں ذکر فرمایا ہے اور وہ شرطیں درج ذیل ہیں:

۱- جرابوں اور موزوں کو وضو کے بعد پہنا گیا ہو کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: دعهما فإني أدخلتهما طاهرتين فمسح عليهما. انہیں چھوڑ دو کیونکہ میں نے انہیں پاکی کے بعد (وضو کے بعد) پہنا ہے پھر آپ نے مسح کیا۔

۲- جرابوں اور موزوں پر مسح حدث اصغر (پیشاب، پاخانہ، ہوا نکلنے) کے بعد ہو، حدث اکبر (جنابت، حیض، نفاس) کے بعد نہ ہو۔صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہم کو حکم دیتے تھے کہ جب ہم سفر میں ہوں تو اپنے جرابوں کو سوائے جنابت کے پیشاب، پاخانہ اور نیند کی وجہ سے تین دن اور تین رات تک نہ نکالیں۔ كان رسول الله ﷺ يأمرنا إذا كنا سفرا أن لا ننزع خفافنا ثلاثة أيام ولياليهن إلا من جنابة ولكن من غائط وبول ونوم. (رواه الترمذي: ۹۶، وحسنه الألباني)

۳- جراب اور موزے پیر کی انگلیوں اور ٹخنوں کو ڈھکے ہوئے ہوں کیونکہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں خف اور جورب ٹخنوں تک ہوا کرتے تھے۔یہ جمہور اہل علم کا قول ہے لیکن علامہ البانی وعلامہ ابن عثیمین رحمہما اللہ نے اس سے اختلاف کیا ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ سے جوتوں پر مسح کرنا ثابت ہے اور جوتے ٹخنوں سے نیچے ہوا کرتے تھے۔

۴- جراب اور موزے پاک صاف ہوں کیونکہ نجس چیزوں میں نماز نہیں ہوتی ہے۔نبی ﷺ صحابہ کو نماز پڑھا رہے تھے اور آپ جوتے پہنے ہوئے تھے۔نماز کے دوران ہی آپ نے جوتوں کو نکال دیا اور اپنے بائیں طرف رکھ دیا۔یہ دیکھ کر صحابہ کرام نے بھی اپنے جوتوں کو نکال دیا۔نماز کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا کہ تم لوگوں نے اپنے جوتوں کو کیوں نکال دیا تو صحابہ کرام نے جواب دیا کہ آپ کو ہم نے نکالتے ہوئے دیکھا تو ہم نے بھی نکال دیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے جوتوں میں گندگی تھی جبریل علیہ السلام نے آکر بتایا تو میں نے انہیں نکال دیا۔(سنن ابی داود: ۶۵۰، وصححہ الالبانی)

۵- جراب اور موزوں پر مسح اس کی مقررہ مدت میں کیا جائے جو شریعت میں مقرر ہے۔چنانچہ نبی ﷺ نے مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن اور تین رات مقرر کیا ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جعل رسول الله ﷺ ثلاثة أيام ولياليهن للمسافر ويوما وليلة للمقيم. (صحيح مسلم: ۵۵)

اور اس مدت کا شمار حدث اصغر کے بعد جو سب سے پہلے مسح کیا ہے وہاں سے اس کی شروعات ہوگی جیسے کسی مقیم نے فجر کی نماز میں وضو کیا اور موزوں کو پہنا پھر اس کا وضو پیشاب پاخانہ یا ہوا کے خارج ہونے کی وجہ سے ٹوٹ گیا اور اس نے مغرب کی نماز سے پہلے موزے پر پہلی بار مسح کیا تو اسے دوسرے دن مغرب کی نماز تک مسح کرنے کی رخصت ہوگی اور مسح کا شمار مغرب سے ہوگا نہ کہ فجر سے۔ (بقیہ صفحہ ۴۸ پر)

سال نو اور ہم مسلمان

مدیر

۲۰۲۲ء کا آخری مہینہ دسمبر گزار کر ہم جنوری ۲۰۲۳ء میں داخل ہو چکے ہیں۔ رات و دن کا آنا جانا، منٹ اور گھنٹے کا گزرنا، ہفتے اور ماہ وسال کا آنا جانا لگا ہوا ہے۔ ہم ہر روز اپنی موت سے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ ہر روز ہماری زندگی کا ایک دن کم ہو رہا ہے۔ انسان ایک چھوٹے بچے کی شکل میں پیدا ہوتا ہے اور بچپن، جوانی اور کہولت سے گزرتے ہوئے بڑھاپے میں قدم رکھ دیتا ہے، پھر اس کی موت آجاتی ہے۔ بہت سارے دنیا میں آنے والے بڑھاپا نہیں دیکھ پاتے، بچپن یا جوانی ہی میں وہ دنیائے فانی سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ یہی درصل دنیا اور یہی زمانہ ہے۔

ہماری زندگی الٰہی عطیہ اور ایک عظیم اور قیمتی نعمت ہے۔ اس زندگی کے بارے میں ہم سے سوال کیا جائے گا۔ دنیا کے اندر ہم نے کیا کیا اور ہماری زندگی کیسے گزری اس نعمت سے ہم نے کتنا فائدہ اٹھایا، اسے مفید کاموں میں گزارا یا اللہ کی نافرمانی، حکم عدولی، ظلم وزیادتی، قہر وجبر، فتنہ وفساد اور قتل وغارت گری وسفا کی وبربریت جیسے اعمال شنیعہ کے اندر ملوث ہو کر اپنے ایام وشب گزار کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ارشاد نبوی ہے: ”لا تزال قدما عبد يوم القيامة حتى يسأل عن خمس: عن عمره فيم أفناه، وعن شبابه فيم أبلاه، وعن ماله من أين اكتسبه وفيم أنفقه وماذا عمل فيما علم“ (الترمذی: ۲۴۱۶: وصححہ الالبانی) قیامت کے دن بندے کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ ہٹیں گے جب تک کہ اس سے پانچ باتوں کے بارے میں دریافت نہ کر لیا جائے اس کی عمر کے بارے میں کہ کہاں گزاری، اس کی جوانی کے بارے میں کہ کیسے گزاری، اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا اور جو علم حاصل کیا اس پر کتنا عمل کیا۔

ایک اچھا انسان وہ ہے جو دنیا میں رہ کر اللہ کی رضا کے لیے کام کرے، انسان اور تمام مخلوقات کے لیے مفید ہو اس انسان کی زندگی سب سے بہتر ہوتی ہے جو دنیا کی کامیابی کے ساتھ اخروی کامیابی کی بھی فکر کرے اور اخروی کامیابی کے لیے مفید اعمال کرے، دنیا کے اندر انسانی حقوق کو پہچانے اور اللہ کی عبادت میں مشغول رہے، انسانی ہمدردی اس کی اولین ترجیح ہو اور خیر کی راہ پر ہمیشہ قائم رہے، لیکن افسوس صد افسوس کہ ہم مسلمانوں نے اس دنیا کی زندگی کو اپنی تباہی وبربادی کا ذریعہ بنا لیا ہے، ناجائز رسومات، بے جا خرافات، غیر اسلامی اور غیر شرعی بلکہ غیر انسانی رسوم ورواج میں ہم اپنے قیمتی اوقات اور پیسے ضائع کر رہے ہیں۔

بہت سارے باطل رسوم میں سے ایک نہایت ہی قبیح رسم ”جشن سال نو“ کا رسم بھی ہے جو ادھر چند سالوں سے ہمارے معاشرے میں بہت تیزی کے ساتھ سرایت کر چکا ہے۔ نئے

سال کی اس مناسبت سے میں اپنے قارئین اور عام مسلمانوں کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ خیر وشر میں تمیز کرتے ہوئے اپنی زندگی کی قیمت کو سمجھیں، صحیح اسلام کی طرف راغب ہوں، اسلام کی مکمل تصویر بنیں اور ہر قسم کے غیر اسلامی طور طریقوں سے مکمل اجتناب کریں اسی میں ان کے لیے بھلائی ہے۔

نئے سال کے تعلق سے جو خرافات ہمارے سماج میں رواج پا چکے ہیں وہ نہایت ہی خطرناک ہیں۔ نیا سال منانے کا رسم بد مسلم معاشرہ کا حصہ بن چکا ہے۔ اہل مغرب نے مسلمانوں کو اپنے جال میں پھنسانے اور ان کو اپنی تہذیب وتمدن کے رنگ میں رنگنے کی جو پلاننگ کی ہے وہ صد فیصد اپنی اس پلاننگ اور منصوبہ بندی میں کامیاب نظر آرہے ہیں۔ ہر نئے سال کے موقع سے یہ دیکھا جاتا ہے کہ غیروں کی طرح مسلمان بھی ۳۱ر دسمبر کو بارہ بجے رات تک بیدار رہ کر نئے سال کا استقبال کرتے ہیں۔ بارہ بجتے ہی ''ہیپی نیو ایر'' کی صدا لگاتے، پٹاخے بجاتے اور اپنے دوست واحباب کو نئے سال کی مبارک باد دیتے ہیں، قمقمے جلا کر خوشی ومسرت کا اظہار کرتے ہیں اور مبارک بادی کے کارڈ ارسال کرتے ہیں، پہلی جنوری کو پکنک کا اہتمام کیا جاتا ہے، اس میں مسلمان بچے لڑکے اور لڑکیاں غیروں کی طرح رقص اور شراب وکباب کی محفلیں سجاتے اور فحاشی، عریانیت، بے شرمی اور بے حیائی کا کھلا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس طرح کی محفلوں میں طلباء، عوام، اسکالرس اور مسلم زعماء وقائدین سب شریک ہوتے ہیں۔ افسوس کہ سال نو کا یہ جشن منانے کا عمل دینی مدارس، دینی تنظیموں اور اداروں میں بھی سرایت کرنے لگا ہے۔

بلاشبہ یہ سارے خرافات ورسوم باطلہ یہود ونصاریٰ کی دین ہیں۔ انہوں نے ہی اس تہذیب کو دنیا میں عام کیا ہے۔ بعض قلمکاروں نے یہ لکھا ہے کہ ''عیسوی سال کا یہ جشن پہلی بار یکم جنوری ۱۶۰۰ء کو اسکاٹ لینڈ میں منایا گیا تھا۔ عیسائی اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم ولادت سے جوڑتے ہیں جبکہ یہ تاریخ مروجہ میلاد مسیح علیہ السلام سے مختلف ہے۔ مسیح علیہ السلام کی ولادت کی تاریخ ۲۵ر دسمبر ہے جبکہ یہ جشن ایک جنوری کو منایا جاتا ہے۔ غالبًا اسی وجہ سے اب اس جشن کا نام ''جشن میلاد مسیح'' نہیں بلکہ ''جشن سال نو'' ہے۔ بہرحال مسلمانوں کا اس جشن سے کوئی تعلق نہیں ہے، انہیں ہر حال میں اس قسم کے جشن سے الگ تھلگ رہنا چاہیے ورنہ غیروں کی مشابہت لازم آئے گی اور اس قسم کی مشابہت غیر سے ہمارے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ''من تشبه بقوم فهو منهم'' (ابوداود: ۴۰۳۱، وصححہ الالبانی) جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں سے ہوجائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے بڑے لطیف انداز میں فرمایا ہے کہ تم یہود ونصاریٰ کی مکمل پیروی کروگے۔ ارشاد نبوی ہے: عن أبي سعيد رضي الله عنه قال: قال النبي ﷺ: لتتبعن سنن من قبلكم شبرا بشبر وذراعا بذراع حتى لو سلكوا جحر ضب لسلكتموه، فقلنا: يا رسول الله اليهود والنصارى، قال النبي ﷺ: فمن؟ (بخاری، كتاب الأنبياء: ۳۴۵۶، مسلم، كتاب العلم: ۲۶۶۹) تم پہلی امتوں کے راستے پر چلوگے بالشت برابر بالشت اور بازو برابر بازو (یعنی تم پچھلی امتوں کی گناہوں اور دین کی مخالفت میں مکمل پیروی کروگے) یہاں تک کہ وہ اگر گوہ کے سوراخ میں داخل ہوں گے تو تم بھی داخل ہوگے، ہم

نے عرض کیا یا رسول اللہ! پچھلی امتوں سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اور کون؟

موجودہ دور میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمانوں نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی ہے۔ اب تہواروں میں، وضع قطع، لباس وپوشاک، چال چلن، رنگ ڈھنگ ہر چیز میں ان کی مکمل مشابہت اختیار کر رہے ہیں۔ دراصل یہ حدیث ایک نبوی پیشین گوئی ہے جو حرف بحرف صادق آرہی ہے، جس کا منظر ہم جنوری کی پہلی تاریخ کو عید میلاد النبی کے موقع پر، ویلنٹائن ڈے، مدرس ڈے، فادرس ڈے، ٹیچرس ڈے اور دیگر مختلف ”ڈیز“ کے موقع پر دیکھتے رہتے ہیں۔

ہجری سال کو اسلامی سال کہا جاتا ہے۔ ہجری سال کے بارہ مہینوں کے تعلق سے الگ الگ اسلامی ہدایات اور رہنمائیاں موجود ہیں، ان کے ذکر کا یہ موقع نہیں ہے، البتہ ہر مہینے کا پہلا چاند دیکھنے کی ایک اہم دعا مختلف حدیث کی کتابوں میں موجود ہے جو اس طرح ہے: ”أن النبي ﷺ كان إذا رأى الهلال قال: اللهم أهله علينا باليمن والإيمان والسلامة والإسلام ربي وربك الله“ (رواہ احمد شاكر في مسند أحمد عن طلحة بن عبيد الله: ٢/٣٦٦، وإسناده حسن) اے اللہ ہم پر اس چاند کو خیر وایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع فرما، اے چاند میرا اور تیرا رب اللہ ہی ہے۔

اسلام کے اندر دو ہی عیدیں ہیں ایک عید الفطر اور دوسری عید الاضحیٰ۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ جب مدینہ آئے تو دیکھا کہ اہل مدینہ کے لیے دو ایام ہیں جن میں وہ لوگ کھیلتے ہیں تو آپ ﷺ نے سوال کیا کہ یہ دونوں دن کیا ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں ان دونوں ایام میں کھیلتے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”إن الله قد أبدلكم بهما خيرا منهما يوم الأضحى ويوم الفطر“ (سنن ابی داود: ۱۱۳۶) اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے بہتر تمہیں عطا کر دیا ہے وہ یوم الاضحیٰ (قربانی کا دن) اور یوم الفطر ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ ہماری یہ دونوں عیدیں بالکل پاک صاف ہیں۔ ان میں اللہ کی عبادت وبندگی اور شکر گزاری کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے، ان میں ہم نماز ادا کرتے ہیں، صدقہ وخیرات کرنے، فقراء ومساکین کی خبر گیری کرنے، جائز کھانے پینے اور کھلانے پلانے کا اہتمام کرتے ہیں جس کی وجہ سے آپسی محبت وہمدردی، غمخواری وغمگساری، انسیت ومحبت اور ایثار وقربانی کا ایک دلفریب منظر سامنے آتا ہے۔ کوئی لہو ولعب، کھیل تماشہ، عریانیت وفحاشی، شراب وشباب نہیں، مال واسباب کا ضیاع نہیں اور نہ کوئی دل شکنی اور گناہ کا کام انجام دیا جاتا ہے۔ بڑی سادگی کا مظاہرہ ہوتا ہے اور یہی دراصل روح انسانی ہے۔ غیروں کے تہواروں میں دیکھا جاتا ہے کہ وہ لاکھوں کروڑوں روپئے بلا فائدہ پانی کی طرح بہا دیتے ہیں۔ ہم مسلمانوں کو انہی دو عیدوں پر اکتفاء کر کے اپنی تہذیب وثقافت کی حفاظت کا خیال کرنا چاہیے۔

نیا سال شروع ہوتا ہے تو وہ ہمارے لیے ایک پیغام ہوتا ہے، ایسے موقع پر ہمیں اپنے پچھلے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے اور آگے کی پلاننگ کرنی چاہیے۔ ہم یہ دیکھیں کہ ہم نے پیچھے کیا کھویا، اپنے قیمتی اوقات کو کس قدر مفید کاموں میں استعمال کیا یا انہیں یونہی ضائع وبرباد کر دیا۔ طلبہ وعلماء اپنا علمی محاسبہ کریں، ان

کے علم میں کتنا اضافہ ہوا یا وقت ضائع کرکے انہوں نے زبردست خسارہ اٹھایا۔ دعاۃ، مدرسین ومولفین، عوام الناس، تجار وعمال سب اپنا محاسبہ کریں، اپنے اعمال کا جائزہ لیں۔ دراصل محاسبۂ نفس انسان کے لیے مہمیز کا کام کرتا ہے۔ انسان کو اس سے آگے بڑھنے کا حوصلہ ملتا ہے۔ اسے اس کی زندگی کی قدر سمجھ میں آتی ہے اور اسے اپنے وقت کے صحیح استعمال کا سلیقہ آتا ہے۔

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو اعمال کا محاسبہ کرنے پر ابھارا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: **يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله ولتنظر نفس ما قدمت لغد، واتقوا الله إن الله خبير بما تعملون.** (الحشر: ۱۸) اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل قیامت کے لیے اس نے کیا ذخیرہ بھیجا ہے اور ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ آیت کریمہ محاسبۂ نفس کے وجوب پر دلالت کررہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک کو غور کرنا چاہیے کہ اس نے کل قیامت کے لیے نیک اعمال بھیجے ہیں جو اسے نجات دلاسکیں یا اس نے برے اعمال پیش کیے جو اسے ہلاکت میں ڈال دیں گے۔ (اغاثۃ اللہفان: ۱/۱۵۲)

اللہ کے رسول ﷺ کی بھی اس تعلق سے بڑی اچھی رہنمائی موجود ہے۔ عمرو بن میمون الاودی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اغتنم خمسا قبل خمس: حياتك قبل موتك، وصحتك قبل سقمك، وفراغك قبل شغلك، وشبابك قبل هرمك، وغناك قبل فقرك'' (صحیح الترغیب والترہیب: ۳۳۵۵)

پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت جانو: اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے، اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے، اپنی فرصت کو اپنی مشغولیت سے پہلے، اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے اور اپنی مالداری کو اپنی فقیری سے پہلے۔

اس قسم کی اور بھی نصوص کتاب وسنت کے اندر وارد ہیں جن سے ہمیں اپنی زندگی کو غنیمت سمجھ کر اس کے قیمتی اوقات کو مفید اور نفع بخش کاموں میں استعمال کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔ موت آجائے گی، زندگی سے ہم کٹ جائیں گے، فراغت ختم ہوجائے گی اور مشغولیت بڑھ جائے گی، جوانی کے ایام گزر جائیں گے اور بڑھاپا آجائے گا، صحت برباد ہوجائے گی اور بیماریوں سے ہم جوجھنے لگیں گے، مالداری کے ایام گزر جائیں گے اور فقر وفاقہ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ حالات وکیفیات ہم روزانہ دیکھ رہے ہیں۔ ہمارے رسول ﷺ نے کتنے اچھے پیرایے میں ہمیں متنبہ فرمایا ہے۔ ہمیں اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔

قارئین کرام! نئے سال سے ہمیں سبق لینا چاہیے، پرانا سال گزر گیا اور ہم نئے سال میں داخل ہوگئے۔ اس طرح موت سے ہماری قربت بڑھ رہی ہے اس سے تحریک پاکر ہمیں دونوں جہاں میں سعادت مند بننے کی کوشش کرنی چاہیے، اخلاص نیت کے ساتھ اعمال صالحہ کرکے اللہ تعالیٰ کو راضی اور خوش کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی کے اصل مقصد کو سمجھے اور اس مقصد تک کامیابی کے ساتھ پہنچنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ طاعات، نیکی، خیر وبھلائی اور خدمت انسانیت میں مشغول رہے اور معاصی اور فتنہ وفساد سے اجتناب کرے، دنیا سے دل لگا کر اپنی آخرت کو برباد نہ کرے، یہی اصل کامیابی ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے، ہماری حفاظت فرمائے اور ہمیں دنیا وآخرت دونوں میں سرخروئی عطا فرمائے، آمین۔ ☆☆

سننِ رواتب کے احکام ومسائل

ڈاکٹر عبدالصبور ابوبکر مدنی
جامعہ سلفیہ بنارس

(چھٹی قسط: گزشتہ سے پیوستہ)

نمازِ وتر باجماعت پڑھنے کا حکم:

عام نفلی نمازوں میں اصل یہ ہے کہ انسان انہیں اکیلے پڑھے لیکن کبھی کبھار باجماعت پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور وتر کے بارے میں تمام علما کا اتفاق ہے کہ رمضان میں باجماعت پڑھنا جائز ہے۔(۱۱۷)

البتہ غیر رمضان میں باجماعت پڑھنے کے بارے میں ان کے درمیان اختلاف ہے۔

راجح قول کے مطابق عام نفلی نمازوں کی طرح وتر بھی رمضان کے علاوہ باجماعت کبھی کبھی پڑھنا جائز ہے لیکن اسے عادت نہ بنائی جائے، سوائے رمضان میں تراویح کے بعد، کہ ہمیشگی کے ساتھ باجماعت پڑھنا چاہے مسجد میں ہو یا کہیں اور جائز نہیں ہے بلکہ استمرار کے ساتھ پڑھنے کو بعض اہل علم نے بدعت قرار دیا ہے۔(۱۱۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا عام معمول وتر کو گھر میں تنہا پڑھنا تھا۔

جواز کی دلیل:

أنه بات عند ميمونة، وهي خالته، فاضطجعت في عرض وسادة، واضطجع رسول الله صلى الله عليه وسلم وأهله في طولها، فنام حتى انتصف الليل، أو قريبا منه، فاستيقظ يمسح النوم عن وجهه، ثم قرأ عشر آيات من آل عمران، ثم قام رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى شن معلقة، فتوضأ فأحسن الوضوء، ثم قام يصلي، فصنعت مثله، فقمت إلى جنبه، فوضع يده اليمنى على رأسي، وأخذ بأذني يفتلها، ثم صلى ركعتين، ثم ركعتين، ثم ركعتين، ثم ركعتين، ثم ركعتين، ثم ركعتين، ثم أوتر، ثم اضطجع حتى جاءه المؤذن، فقام «فصلى ركعتين، ثم خرج فصلى الصبح (۱۱۹)

انہوں نے اپنی خالہ میمونہ کے گھر رات گزاری اس طرح کہ وہ بستر کی چوڑائی میں لیٹے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور میمونہ بستر کی لمبائی میں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کے لگ بھگ سوئے پھر بیدار ہوئے، چہرے سے نیند کے اثر کو ہاتھ پھیر کر دور کیا، پھر آل عمران کی (آخری) دس آیتیں پڑھیں، پھر ایک لٹکے ہوئے مشکیزے کے پاس گئے اور اچھی طرح وضو کیا اور کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں بھی اٹھا اور آپ ہی جیسا عمل کیا پھر آپ کے بغل میں نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا داہنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا کان پکڑ کر ملنے لگے، پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر ایک رکعت وتر پڑھی، اس کے بعد آپ لیٹ گئے یہاں تک کہ

مؤذن نے آکر صبح صادق کی اطلاع دی، تو آپ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی ، پھر باہر نکلے اور صبح کی نماز (باجماعت) ادا کی۔

ابن حجر رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **وفيه مشروعية الجماعة في النافلة** (۱۲۰) اس حدیث سے نفلی نماز باجماعت پڑھنے کی مشروعیت کا پتہ چلتا ہے۔

اس حدیث پر ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے: **باب الوتر جماعةً في غير رمضان** (۱۲۱) غیر رمضان میں باجماعت وتر پڑھنے کا بیان۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **صلّيتُ مع النّبي صلى الله عليه وسلم ليلة، فلم يزل قائمًا حتى هممتُ بأمرِ سوءٍ، قلنا: وما هممتَ؟ قال: هممتُ أن أقعدَ وأذَرَ النبي صلى الله عليه وسلم** (۱۲۲)

ایک رات میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا لمبا قیام کیا کہ میرے دل میں ایک غلط خیال پیدا ہوگیا، ہم نے پوچھا: وہ غلط خیال کیا تھا؟ آپ نے کہا: میں نے سوچا کہ میں بیٹھ جاؤں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دوں۔

امام مالک سے مروی ہے کہ دو یا تین لوگوں کے ساتھ نفلی نماز باجماعت پڑھنا جائز ہے کیوں کہ اس میں شہرت کا اندیشہ نہیں ہے اور اگر اس سے زیادہ لوگ ہوں تو مکروہ ہے(۱۲۳)۔

قنوتِ وتر کے مسائل:

قنوت کے لغوی و اصطلاحی معنی:

لغوی معنی:

قنوت کے لغوی معنی ہیں: اطاعت، فرمانبرداری، بھلائی اور چپ رہنا، کہا جاتا ہے: **قَنَتَ يَقْنُتُ قنوتًا فهو قانِتٌ** (۱۲۴)

لفظ قنوت شریعت میں متعدد معانی کے لیے وارد ہوا ہے۔ جیسے:

چپ رہنا اور نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ عبادت میں مشغول ہونا، اللہ تعالی نے فرمایا: **وَقُومُواْ لِلَّهِ قَٰنِتِينَ** [البقرة:238] اللہ کے لیے خاموشی سے کھڑے رہو۔

قیام کرنا، جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: **أفضل الصلاة طول القنوت** (۱۲۵) سب سے افضل نماز لمبا قیام ہے۔ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علما کا اتفاق ہے کہ یہاں قنوت سے مراد قیام ہے(۱۲۶)۔

فرمانبردار ہونا، عبادت میں ہیشگی برتنا اور ہر چیز کو چھوڑ کر اطاعت الٰہی میں مشغول ہونا، جیسے اللہ نے فرمایا: **إِنَّ إِبۡرَٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا** [النحل:120] بیشک ابراہیم پیشوا اور اللہ تعالی کے فرمانبراد اور یک طرفہ مخلص تھے۔

قنوت دعا کے معنی بھی آتا ہے، خاص طور سے کھڑے ہو کر دعا کرنا، انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **"قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم شهرًا يدعو"** (۱۲۷)۔

اصطلاحی معنی:

"الدعاء حال القيام" حالت قیام میں دعا کرنا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فقہا جب

قنوتِ صلاۃ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے نزدیک اس کا معنی ہوتا ہے حالت قیام میں دعا کرنا اور یہ ان کی خاص اصطلاح ہے(۱۲۸)۔

قنوتِ وتر: قنوت وتر سے مراد وہ دعا ہے جو نمازی وتر کی آخری رکعت میں حالتِ قیام میں پڑھتا ہے(۱۲۹)۔

قنوت وتر پڑھنے کا حکم:

وتر میں قنوت پڑھنے کے بارے میں ائمہ دین کا اختلاف ہے۔

جمہور اہل علم کے نزدیک وتر میں دعائے قنوت پڑھنا جائز ومستحب ہے کیونکہ احادیثِ رسول اور عمل سلف سے یہ بات واضح ہوتی ہے مگر وتر کے لیے دعائے قنوت شرط نہیں ہے اس کے بغیر بھی وتر کی نماز درست ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وتر کی نماز میں اس دعا پر ہمیشگی برتنا صحابہ کرام سے منقول نہیں ہے۔

جواز کی دلیل:

حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چند کلمات سکھائے ہیں جنہیں میں قنوت وتر میں پڑھتا ہوں: "اللهم اهدني فيمن هديت، وعافني فيمن عافيت، وتولني فيمن توليت، وبارك لي فيما أعطيت، وقني شر ما قضيت، فإنك تقضي ولا يقضى عليك، وإنه لا يذل من واليت، تباركت ربنا وتعاليت، وصلى الله على النبي(۱۳۰)

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يوتر فيقنت قبل الركوع" (۱۳۱) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے قنوت کرتے تھے۔

علقمہ سے مروی ہے: "أن عبدالله بن مسعود وأصحاب النبي صلى الله عليه وسلم كانوا يقنتون في الوتر قبل الركوع" (۱۳۲) عبداللہ بن مسعود اور صحابہ کرام وتر میں رکوع سے قبل قنوت کرتے تھے۔

ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کرام کو قنوت کی خاص دعا سکھلائی ہے۔

امام طاوس رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ان کے نزدیک قنوت وتر بدعت ہے(۱۳۳) اور مالکیہ کا مشہور مذہب ہے کہ وتر میں قنوت پڑھنا مکروہ ہے(۱۳۴)۔

راجح پہلا قول ہے کیونکہ قنوت وتر کی حدیث ثابت ہے اور صحابہ وتابعین کی ایک جماعت سے قنوت پڑھنا مروی ہے۔

قنوتِ وتر پر ہمیشگی برتنا:

قنوت کے جواز کے قائلین کے درمیان اس بات میں اختلاف ہے کہ قنوت وتر پورے سال جائز ہے یا ماہ رمضان کے نصف اخیر کے ساتھ خاص ہے۔

صحابہ وتابعین کی ایک جماعت نے اسے رمضان کے آخری پندرہ دن کے ساتھ خاص یا مستحب مانا ہے جیسے: علی بن ابی طالب، ابی بن کعب، ابن عمر، زہری، معمر، حسن بصری، محمد بن سرین۔ اور اسی قول کو امام شافعی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے(۱۳۵)۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے نافع کہتے ہیں: "أنه كان لا يقنت إلا في النصف يعني من رمضان" (۱۳۶) وہ صرف رمضان کے نصف اخیر میں قنوت کرتے تھے۔

زعفرانی، امام شافعی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: " أحب إليّ أن يقنتوا في الوتر في النّصف الآخر، ولا يُقنَت في سائر السنة، ولا في رمضان إلا في النصف الآخر" (۱۳۷) میرے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے کہ لوگ رمضان کے نصف اخیر کے وتر میں قنوت کریں اور سال کے بقیہ ایام میں قنوت نہ پڑھی جائے بلکہ صرف رمضان کے نصف اخیر میں پڑھی جائے۔

حنفیہ، حنابلہ، بعض شافعیہ اور سلف کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ پورے سال قنوت وتر پڑھنا جائز ہے، اسی پر جمہور صحابہ کرام کا عمل تھا اور اسی کو اسحاق بن راہویہ، سفیان ثوری، عبداللہ بن المبارک، ابن باز اور ابن عثیمین رحمہم اللہ نے اختیار کیا ہے (۱۳۸)۔

دلیل:

اس قول کے قائلین نے قنوت وتر کے ثبوت والی سابقہ حدیثوں سے استدلال کیا ہے جن میں بغیر کسی زمانے کی تخصیص کے مطلق طور پر دعائے قنوت پڑھنے کا ذکر ہے جس سے عموم کا پتہ چلتا ہے کیونکہ اگر قنوت بعض اوقات میں جائز اور بعض میں ناجائز ہوتی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کی وضاحت فرما دیتے نیز آثار صحابہ سے بھی مطلقا جواز کا پتہ چلتا ہے:

علقمہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعود اور صحابہ کرام وتر میں رکوع سے قبل قنوت کرتے تھے (۱۳۹)۔

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "هل قنت عمر؟ قال نعم، ومن هو خير من عمر: رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الركوع (۱۴۰) کیا عمر نے قنوت کیا ہے کہا: ہاں اور اس ذات نے بھی جو عمر سے بہتر ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ وسلم، رکوع کے بعد۔

محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ کہتے ہیں:"وكان إسحاق بن راهويه يختار القنوت في السنة كلها" (۱۴۱) اسحاق بن راہویہ پورے سال قنوت پڑھنے کو پسند کرتے تھے۔

ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قنوت کے لیے کوئی خاص وقت نہیں ہے بلکہ یہ حکم عام ہے مصلی پورے سال قنوت پڑھ سکتا ہے اور یہی راجح ہے۔ واللہ اعلم۔

(جاری)

حواشی:

(۱۱۷) البیان فی مذہب الامام الشافعی، عمرانی (۲/۲۷۸)، مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، شرنبلالی (ص ۱۴۴)۔

(۱۱۸) حاشیہ ابن عابدین (۲/۴۸)۔

(۱۱۹) صحیح البخاری (۱/۱۴۷ رقم 183) واللفظ لہ، صحیح مسلم (۱/۵۲۷ رقم 763)۔

(۱۲۰) فتح الباری (۲/۴۸۵)۔

(۱۲۱) صحیح ابن خزیمہ (۳/۸۸)۔

(۱۲۲) صحیح البخاری (۲/۵۱ رقم 1135)، صحیح مسلم (۱/۵۳۷ رقم 773)۔

(۱۲۳) الموافقات (۳/۳۶۶)، لوامع الدرر، محمد بن سالم

شنقیطی (۲/۳۹۶)۔

(۱۲۴) کتاب الافعال (ص ۲۱۹)، الصحاح (۱/۲۶۱)، مقاییس اللغۃ (۵/۳۱)، لسان العرب (۲/۷۳)۔

(۱۲۵) صحیح مسلم (۱/۵۲۰ رقم 756)۔

(۱۲۶) شرح النووی علي مسلم (۶/۳۵)۔

(۱۲۷) صحیح مسلم (۱/۴۶۹ رقم 677)۔

(۱۲۸) جامع الرسائل (7 /1)۔

(۱۲۹) القنوت فی الوتر (ص:۱۹)۔

(۱۳۰) اس کی تخریج آگے آرہی ہے۔

(۱۳۱) سنن النسائی (1699)، سنن ابن ماجہ (۲/۲۵۵ رقم 1182)، شرح مشکل الآثار (۱۱/۳۷۱ رقم 4503)، سنن الدارقطنی (۲/۳۵۴ رقم 1659)، سنن البیہقی الکبري (۵/۴۷ رقم 4925)، مختصر کتاب الوتر، محمد بن نصر مروزی (ص: ۳۱۳)، الاحادیث المختارہ، مقدسی (۳/۴۱۹ رقم 1217)۔

ابن ماجہ کی سند کے بارے میں عینی کہتے ہیں: "هذا سند صحيح" اور شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور محمد بن علی ولوی کہتے ہیں: "والحاصل أن الحديث بزيادة القنوت قبل الركوع صحيح"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قنوت قبل الرکوع کی زیادت کے ساتھ یہ حدیث صحیح ہے۔ دیکھئے: نخب الافکار، عینی (4/392)، الارواء، البانی (167 /2 رقم 426)، ذخیرۃ العقبي، ولوی (۱۸/۷۰)۔

(۱۳۲) مصنف ابن ابی شیبہ (۴/۵۱۶ رقم 7090) اس کی سند میں حماد بن ابی سلیمان صدوق راوی ہیں اس کی سند کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔ دیکھئے: الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ (۱/۱۹۴)

(۱۳۳) الاوسط، ابن منذر (۵/۲۰۷ رقم 2712)، نیل الاوطار (۳/۵۵)۔

(۱۳۴) دیکھئے: الموسوعہ الفقہیہ الکویتیہ (۳۴/۶۴)۔

(۱۳۵) دیکھئے: مصنف عبدالرزاق (۳/۱۲۱)، مختصر کتاب الوتر، مروزی (ص: ۳۱۴-۳۱۵)، الاستذکار، ابن عبدالبر (۲/۷۶، ۷۷)، الجامع الکامل، ضیاء اعظمی (۳/۳۳۵)۔

(۱۳۶) مصنف ابن ابی شیبہ (۴/۵۲۱ رقم 7112)، مسائل عبداللہ بن احمد بن حنبل (ص: ۹۶ رقم ۳۳۷)، السنن الکبري، بیہقی (۵/۳۳۶ رقم 4695)، اس کی سند صحیح ہے۔

(۱۳۷) مختصر کتاب الوتر (ص:۳۱۵)۔

(۱۳۸) مسائل احمد بن حنبل روایۃ عبداللہ (ص: ۹۶ رقم 337)، کتاب مختصر الوتر (ص: ۳۱۴، ۳۱۵)، سنن الترمذی (۱/۴۷۸)، فتاوي نور علي الدرب لابن باز (10/212)، جلسات رمضانیہ، ابن عثیمین (۲/۸)۔

(۱۳۹) تخریج گزر چکی ہے۔

(۱۴۰) مسند ابی یعلي (۴/۵۱۳ رقم 2834)، شرح معانی الآثار (۱/۲۴۵ رقم 1459)، ذہبی نے تنقیح التحقیق (۱/۲۴۳) میں اس کی سند کو صحیح اور شیخ البانی نے الارواء (۲/۱۶۰) میں حسن کہا ہے۔

(۱۴۱) کتاب مختصر الوتر، مروزی (ص: ۳۱۵)۔

محبت کا شرعی مفہوم اور اس کے فوائد ووسائل

عبدالعلیم بن عبدالحفیظ سلفی

(آخری قسط: گزشتہ سے پیوستہ)

صوفیہ کی بعض کتابوں میں اس کے الفاظ ہیں : "من عشق الله تعالى وكتم فمات، مات شهيداً" جس نے اللہ تعالی سے عشق کیا اور چھپایا پھر مرگیا تو اس کی موت شہید کی موت ہوگی۔(بين سير وطير/عرين شوكت سلامة قدسي ص445)۔

محدثین نے اس روایت کے مختلف الفاظ کے ساتھ وارد ہونے کے باوجود اس پر موضوع اور من گھڑت ہونے کا حکم لگایا ہے(دیکھئے ضعیف الجامع الصغیر/5697)۔

مذکورہ روایت پر سندا اور متنا کلام کرتے ہوئے امام ابن القیم فرماتے ہیں : فَإِنَّ هَذَا الْحَدِيثَ لَا يَصِحُّ عَنْ رَسُولِ اللهِ ـ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مِنْ كَلَامِهِ، فَإِنَّ الشَّهَادَةَ دَرَجَةٌ عَالِيَةٌ عِنْدَ اللهِ، مَقْرُونَةٌ بِدَرَجَةِ الصِّدِّيقِيَّةِ، وَلَهَا أَعْمَالٌ وَأَحْوَالٌ، هِيَ شَرْطٌ فِي حُصُولِهَا، وَهِيَ نَوْعَانِ: عَامَّةٌ وَخَاصَّةٌ۔(زاد المعاد: 4/252-253)۔

یہ روایت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح وثابت نہیں ہے یہ جائز ہی نہیں ہے کہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہوسکے، کیونکہ شہادت اللہ تعالی کے نزدیک ایک بلند درجہ ہے جو صدیقیت کے درجہ سے ملا ہوا ہے اس کے اعمال واحوال ہیں جو اس کے حصول کی شرائط میں سے ہیں جو عام اور خاص دو قسمیں ہیں۔امام ابن القیم نے زادالمعاد اور بعض دیگر کتابوں میں اس روایت کے سلسلے میں اچھی خاصی بحث کی ہے۔اسی طرح علامہ البانی نے سلسلہ ضعیفہ کے اندر مفصل کلام کیا ہے۔(دیکھئے:سلسلة الاحاديث الضعيفة:1/402-408)۔

(2) دیلمی کے حوالے سے بلا سند ایک روایت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ذکر کی جاتی ہے:" الْعِشْقُ مِنْ غَيْرِ رِيبَةٍ كَفَّارَةٌ لِلذُّنُوبِ" بلاشبہ عشق گناہوں کے لیے کفارہ ہے ۔ (دیکھئے:الدرر المنتثره في احاديث المشتهرة/ ص185، كتاب الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة ص353 رقم508)

بلا سند کا ہونا ہی اس روایت کے بطلان اور غیر معتبر ہونے کے لیے کافی ہے۔

(3) حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:" اقْرَءُوا الْقُرْآنَ بِلُحُونِ الْعَرَبِ وَأَصْوَاتِهَا، وَلَا تَقْرَءُوا الْقُرْآنَ بِلُحُونِ أَهْلِ الْعِشْقِ وَأَهْلِ الْكِتَابَيْنِ۔ قرآن کو عرب کے لب ولہجہ میں پڑھو اور قرآن کو اہل عشق اور اہل کتابین کے لہجہ میں مت پڑھو۔ (مختصر قيام الليل للمروزی رقم 185/، نوادرالأصول للحكيم الترمذی: 3/255) ۔اس روایت میں مروزي اور حکیم

ترمذی کی کتابوں کے اندرلفظ عشق ہے،لیکن زیادہ تر احادیث کی کتابوں میں عشق کی بجائے فسق ہے، جیسے : شعب الایمان للبیهقی /رقم 2406،المعجم الاوسط للطبرانی 7430/ وغیرہ حالانکہ امام تبریزی نے المشکوٰۃ (2/676) کے اندر اس روایت کو امام بیہقی کے حوالے سے ذکرکیاہے،جس کے اندر "لفظ "أهل العشق مذکورہے، ملا علی قاری نے جس سے اصحاب الفسق مرادلیاہے۔(المرقاۃ:5/13)۔۔ابن الاثیر نے بھی رزین کے حوالے سے أهل العشق کا ذکرکیاہے۔ (جامع الاصول:459 /2رقم 913/)۔یعقوب الفسوی نے المعرفة والتاریخ (2/480) کے اندر روایت کیاہے، جس کے اندر أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ کی جگہ " أَهْلِ الْمَكَايِسِ کا لفظ ہے ۔ابن عدی کی روایت میں " أهل الفسق" کی بجائے أهل الفتن ہے۔الكامل في ضعفاء الرجال (/2 272)۔

واضح رہے کہ یہ روایت حددرجہ ضعیف بلکہ بعض محدثین کے نزدیک منکر ہے۔ہیثمی لکھتے ہیں :رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، وَفِيهِ رَاوٍ لَمْ يُسَمَّ وَبَقِيَّةُ أَيْضًا"۔طبرانی نے اوسط کے اندرروایت کیاہے،اس کے اندرایسا راوی ہے جو مجھول ہے اور بقیہ بھی ہیں ۔ (مجمع الزوائد(7/169)۔

ابن عدی نے الكامل في ضعفاء الرجال(/2 272) کے اندراسے ذکرکیاہے۔جوزقانی ''الاباطیل'' کے اندرذکرکرنے کے بعد لکھتے ہیں:" هَذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ، وَأَبُو مُحَمَّدٍ شَيْخٌ مَجْهُولٌ، وَحُصَيْنُ بْنُ مَالِكٍ أَيْضًا مَجْهُولٌ وَبَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ ضَعِيفٌ "۔ یہ روایت باطل ہے اورابومحمد مجھول شیخ ہیں حصین بن مالک بھی مجھول ہیں اور بقیہ بن ولید ضعیف ہیں۔(الاباطیل والمناکیر723/)۔

امام ذہبی لکھتے :" تفرد عنه بقية، ليس بمعتمد والخبر منكر". اسے روایت کرنے مین بقیہ متفرد ہیں جو معتمد نہیں اور یہ خبر منکر ہے۔(لسان المیزان:553/ 1)۔

امام ابن الجوزی نے العلل المتناهية في الأحاديث الواهية (111 /1) کے اندرذکرکیاہے اور لکھتے ہیں:" هَذَا حَدِيثٌ لا يَصِحُّ وَأَبُو مُحَمَّدٍ مَجْهُولٌ وبقية يروي عن حديث الضُّعَفَاءِ وَيُدَلِّسُهُمْ"۔ یہ حدیث صحیح نہیں اورابومحمد مجھول ہیں اور بقیہ ضعیف راویوں سے روایت کرتے ہیں اورتدلیس کرتے ہیں۔

امام طبرانی لکھتے ہیں :" لا يروي عن حذيفة إلا بهذا الإسناد، تفرد به بقية"۔حذیفہ سے صرف اسی سند سے مروی ہے اور بقیہ اسے روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

ایسانہیں ہے کہ لفظ عشق کوئی مستحدث اصطلاح ہے،اس کا استعمال قدیم عربی زبان میں بھی موجود ہے، خاص طور سے عربی شعراءاورادیبوں نے اسے استعمال کیاہے بلکہ بعض روایتوں میں بھی اس کا ذکرملتاہے،جیساکہ اوسط میں امام طبرانی اورالسنن الکبری کے اندرامام نسائی نے ایک طویل روایت ذکرکیاہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجاانہوں نے مال غنیمت حاصل کیا جن میں ایک آدمی تھا اس نے کہا:اللهم إني لست منهم، عشقت امرأة فلحقتها، فدعوني أنظر إليها نظرة ثم اصنعوا بي ما

بَدالکم۔ میں ان میں سے نہیں ہوں میں نے تو ایک عورت سے عشق کیا ہے جس سے ملنا چاہتا تھا اس لیے مجھے چھوڑ دو اسے ایک نظر دیکھ لوں پھر تمہیں جو جی چاہے کرنا۔ پھر اس کے بعد اس روایت میں اس آدمی کے قتل اور اس عورت کی موت کا ذکر ہے، جس کی خبر لگنے پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أما كان فيكم رجل رحيم" کیا تم میں کوئی رحم دل شخص نہیں تھا۔ اس روایت کو امام نسائی نے السنن الكبرى 8610/ میں محمّد بن علي بن حرب کے طریق سے رایت کیا ہے اور امام نسائی سے امام طبرانی نے المعجم الکبیر11/369/، المعجم الأوسط2/196 امام بیہقی نے دلائل النبوة :5/118 رقم 1873 ابن الجوزي نے ذم الهو /ص 501، کے اندر روایت کیا ہے، حافظ ابن حجر نے اس کی تصحیح کی ہے (فتح الباری:58 /8)، ہیثمی مجمع الزوائد6/309/ کے اندر لکھتے ہیں: إسناده حسن. اور امام البانی نے ان کی موافقت کی ہے۔ (دیکھئے: سلسة الاحادیث الصحیحة2594)۔

اس روایت میں آگے کا واقعہ مذکور ہے کہ وہ آدمی اپنی معشوقہ سے ملتا ہے، دونوں کے درمیان گفتگو ہوتی ہے پھر جب اس کی گردن ماردی جاتی ہے تو وہ عورت اس کی لاش پر گر کر گھونٹی ہوئی آواز کے ساتھ چیخ مار کر مرجاتی ہے۔

- چونکہ صوفیہ کے عقائد مجملا ومفصلا اسی اصل پر منحصر ہیں اس لیے ان کی کتابوں میں عشق اور اس سے متعلق الفاظ کے ساتھ مختلف اور متنوع من گھڑت اور واہیات قسم کی روایتیں ملیں گی، جن پر وہ فنا فی اللہ اور عشق الٰہی کی من گھڑت، موضوع اور غیر شرعی عقیدہ کی بنیاد رکھتے ہیں۔ جیسے ان کے یہاں یہ روایت بہت مشہور ہے جسے حسن سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالی فرماتا ہے (إِذَا كَانَ الْغَالِبُ عَلَى عَبْدِي الِاشْتِغَالُ بِي جَعَلْتُ نَعِيمَهُ وَلَذَّتَهُ فِي ذِكْرِي فَإِذَا جَعَلْتُ نَعِيمَهُ وَلَذَّتَهُ فِي ذِكْرِي عَشِقَنِي وَعَشِقْتُهُ، فَإِذَا عَشِقَنِي وَعَشِقْتُهُ رَفَعْتُ الْحِجَابَ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَهُ)۔

جب میرے بندے پر میرے بارے میں مشغولیت غالب آتی ہے تو اس کے سکون اور لذت کا سامان اپنے ذکر میں بنا دیتا ہوں، وہ مجھ سے عشق کرتا ہے اور میں اس سے عشق کرتا ہوں اور پھر جب وہ مجھ سے عشق کرتا ہے اور میں اس سے عشق کرتا ہوں تو اس حجاب کو ہٹا دیتا ہوں جو میرے اور اس کے درمیان ہے۔)

ابونعیم لکھتے ہیں: عبدالواحد نے حسن سے ایسے ہی مرسلا روایت کیا ہے اور یہ روایت حسن کی تمام مقبول مرسل روایتوں سے خارج ہے کیونکہ اس کے اندر محمد بن الفضل اور عبدالواحد ہیں نیز یہ ان (حسن) سے ضعیف روایتوں کو بیان کرتے ہیں۔ (حلیة الاولیاء:165 /6)۔ اسی طرح جنید کی ایک روایت ہے جو سَرِیُّ السَّقطي سے روایت کرتے ہیں: "مكتوب فِي بَعْض الكتب الَّتِي أنزل اللهُ تَعَالَى إِذَا كَانَ الغالب عَلَى عبدى ذكرى عشقني وعشقته"۔

بعض کتابوں میں جنہیں اللہ تعالی نے نازل فرمایا یہ لکھا ہوا ہے کہ: جب میرے بندے پر میرا ذکر غالب آ جاتا ہے تو وہ مجھ سے عشق کرتا ہے اور میں اس سے عشق

کرتا ہوں۔ (دیکھئے: الرسالة القشيرية :32/378 ومختصر الافادات في ربع العبادات والآداب وزيارات لابن بلبان الحنبلي/ص 465)۔

ان روایات کے علاوہ شیعہ کی اکثر کتابیں اس قسم کی واہیات روایتوں سے بھری ہوئی ملیں گی جن کے اندر عشق الٰہی جیسا خودساختہ اور غیر شرعی عقیدہ ملے گا۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ تصوف کو دام گرفتاریٔ عشق بھی کہتے ہیں۔

محبت اور اطاعت:

یہاں ایک اہم وضاحت ضروری ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی سے محبت کا معیار اپنی خوشنودی رکھا ہے، یعنی اگر کسی سے محبت یا نفرت کرے تو صرف اور صرف اللہ کی رضا وخوشنودی کو پیش نظر رکھے، اس محبت کے ساتھ کوئی بھی دنیاوی غرض یا شہوت وناجائز اشتیاق نہ ہو کیونکہ یہ اس محبت کی روح کو ماردیتا ہے بلکہ بسا اوقات اللہ رب العزت کی ناراضگی اور سزا وعذاب کا سبب بھی بنتا ہے۔ اسی طرح محبت کے لیے اطاعت ضروری ہے، اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعوے دار ہے تو ان کی نافرمانی سے بچنا اور ان کی اطاعت کرنا فرض ہے، اس کے بغیر کوئی نہ صحیح محبت کرنے والا ہوسکتا ہے اور نہ ہی مؤمن، اللہ تعالی فرماتا ہے :(قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي) (سورہ آل عمران/31) (کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت واتباع کرو)۔

اسی طرح اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی دوسرے سے محبت کرتا ہو تو ان کی اطاعت صرف معروف اور بھلائی کے کاموں میں ہی کرنی ہے، اللہ تعالی کی معصیت میں ان کی اطاعت سے بچنا ضروری ہے، علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " لا طاعة في معصية، إنما الطاعة في المعروف "۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت جائز نہیں ہے اطاعت صرف نیک کاموں میں ہے (صحیح بخاری 7257، 4340، صحیح مسلم 1840)۔

اللہ کے لیے محبت کے ثمرات وفوائد:

شریعت اسلامی میں کسی سے اللہ کے لیے محبت مشروع ومطلوب عمل ہے، بلکہ بندوں کے لیے یہ ایک ربانی اور الٰہی عطیہ ہے۔ اور صحیح اور صالح اسلامی معاشرے کی بنیاد بھی اسی پر قائم ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کے بے شمار فائدے ہیں، آیئے انہیں فوائد اور ثمرات کا مختصرا ذکر کرتے ہیں :۔ محبت والفت اللہ رب العزت کی نعمت ہے: اللہ تعالی محبت والفت کو اپنی نعمت سے تعبیر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

(وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا)

(سورۃ آل عمران/103) (اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے)۔

اللہ رب العزت اہل ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کے درمیان محبت پیدا کردیتا ہے، ارشاد فرماتا ہے: (إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا) (سورۃ مریم96) (بے شک جو ایمان

لائے ہیں اور جنھوں نے نیک اعمال کئے ہیں ان کے لیے رحمن محبت پیدا کردے گا)۔ مفسرین اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور اپنے مؤمن بندوں کے نزدیک ان کو محبوب بنا دیتا ہے)۔ (دیکھیے :معالم التنزیل للبغوی:5/257)۔

محبت بندے کو دنیا میں مقبول بنا دیتی ہے:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إنّ اللهَ إذا أحَبَّ عَبْدًا دَعا جِبْرِيلَ فقالَ: إنِّي أُحِبُّ فُلانًا فأحِبَّهُ، قالَ: فيُحِبُّ أهْلُ السَّماءِ، قالَ ثُمَّ يُوضَعُ له القَبُولُ۔" جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ: (اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے۔تم بھی اس سے محبت رکھو)، چنانچہ جبرائیل علیہ السلام بھی اس سے محبت رکھنے لگتے ہیں۔ پھر جبرائیل علیہ السلام تمام اہل آسمان کو آواز لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت رکھتا ہے۔ اس لیے تم سب لوگ اس سے محبت رکھو، چنانچہ تمام آسمان والے اس سے محبت رکھنے لگتے ہیں۔ اس کے بعد روئے زمین میں اس کی مقبولیت نازل کردی جاتی ہے۔ (صحیح بخاری3209/، صحیح مسلم2637/)۔

محبت ایمان کی تکمیل ہے:

ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَن أحبَّ للهِ وأبغضَ للهِ، وأعطى للهِ ومنعَ للهِ فقدِ استَكمَلَ الإيمانَ " جس نے (اہل ایمان سے) اللہ کی رضا کے لیے محبت کی اور (اہل معصیت سے) اللہ کی رضا کے لیے نفرت کی اللہ کی رضا کے لیے خرچ کیا اور کسی کو اللہ کی رضا کے لیے نہیں دیا تو اس نے (اپنا) ایمان مکمل کرلیا(سنن ابی داود4681/، الطبرانی7613/، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے :سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ380/)۔

محبت ایمان کی مٹھاس ہے:

ایمان کی مٹھاس پانے والے لوگوں میں سے وہ آدمی بھی ہے جو اللہ کی رضا کے لیے کسی سے محبت کرتا ہے، انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ثلاثٌ من كن فيه وجد حلاوة الإيمان أن يكون الله ورسوله أحب إليه مما سواهما، وأن يحب المرء لا يحبه إلا لله، وأن يكره أن يعود في الكفر كما يكره أن يقذف في النار"۔ تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں یہ پیدا ہو جائیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پا لیا۔ اول یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بن جائیں، دوسرے یہ کہ وہ کسی انسان سے محض اللہ کی رضا کے لیے محبت رکھے۔ تیسرے یہ کہ وہ کفر میں واپس لوٹنے کو ایسا برا جانے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔ (صحیح بخاری16/، صحیح مسلم174/)۔

محبت کرنے والا قابل رشک ہوتا ہے:

قیامت کے دن اللہ کے لیے دو محبت کرنے والوں پر رشک کیا جائے گا، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: المتحابُّون في جلالي لهم منابرُ مِن نور يغبطُهم النبيون والشهداء میری عظمت وبزرگی کے لیے

آپس میں محبت کرنے والوں کے لیے قیامت کے دن نور کے ایسے منبر ہوں گے جن پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔(سنن الترمذی 2390/، علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے)

لوگوں سے محبت کرنے والا اللہ کا محبوب ہوتا ہے:

اللہ کی محبت بھی اللہ کے لیے محبت کرنے والوں کو ملتی ہے، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اللہ تعالی فرماتا ہے: (وجَبَتْ مَحَبَّتِي للمُتَحابِّينَ فِيَّ ۔۔۔۔۔) میری رضا کے لیے آپس میں محبت کرنے والوں کے لیے میری محبت واجب ہوگئی۔ (مسند احمد22030/، مؤطا الامام مالک:2/953، علامہ البانی نے صحیح الترغیب 2581/ کے اندر اس کی تصحیح کی ہے)۔

محبت کرنے والے کو قیامت کے دن عرش کا سایہ نصیب ہوگا:

اللہ کے لیے محبت کرنے والوں کو قیامت کے دن عرش کا سایہ نصیب ہوگا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: إنَّ اللَّهَ يقولُ يَومَ القِيامَةِ: أيْنَ المُتَحابُّونَ بجَلالِي، اليومَ أُظِلُّهُمْ في ظِلِّي يَومَ لا ظِلَّ إلَّا ظِلِّي اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو میری بزرگی اور اطاعت کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے آج میں ان کو اپنے سایہ میں رکھوں گا۔ اور آج کوئی سایہ نہیں ہے سوائے میرے سایہ کے۔(صحیح مسلم2566/)۔

اسی طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ان سات لوگوں کا ذکر ہے جن کو سایہ نصیب ہوگا، ان میں سے اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے بھی ہوں گے۔(صحیح بخاری660/، صحیح مسلم1031/)۔

محبت کے شرعی وسائل:

آپسی محبت کے لیے شریعت نے کچھ ایسے اعمال ووسائل کی طرف رہنمائی کی ہے جنہیں اپنا کر آدمی کسی کی محبت پا سکتا ہے، جن میں سے چند کا ذکر مناسب ہے:

سلام کو عام کرنا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لا تدخلون الجنَّة حتَّى تؤمنوا، ولا تؤمنوا حتَّى تحابُّوا، أولا أدلُّكم على شيء إذا فعلتموه تحاببتم؟ أفشوا السَّلام بينكم (جنت میں اس وقت تک نہیں جاؤ گے جب تک ایمان نہ لے آؤ گے ایماندار نہ بنو گے۔ جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ رکھو گے میں تم کو وہ چیز نہ بتلا دوں جب تم اس کو کرو گے تو آپس میں محبت کرنے لگو گے؟ سلام کو آپس میں رائج کرو۔) (صحیح مسلم54/)۔

ہدیہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تَهادَوا تحابُّوا (ایک دوسرے کو ہدیہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔ (الادب المفرد للامام البخاری594/، مسند ابو یعلی6148/، علامہ البانی نے صحیح الجامع3004/ کے اندر اسے حسن کہا ہے)۔

انسان جس سے محبت کرتا ہے اسے بتا دے:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا

ہوا تھا کہ ایک آدمی کا (وہاں سے) گزر ہوا، تو بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے کسی نے کہا: اے اللہ کے رسول میں اس آدمی سے محبت کرتا ہوں، تو اللہ کے رسول نے پوچھا: کیا تم نے اسے (اس کے بارے میں) بتایا ہے؟ تو اس نے کہا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: جاؤ اور اس کو بتا دو۔ (صحیح ابن حبان 571/، علامہ البانی نے سلسلہ صحیحہ کے اندر اسے صحیح کہا ہے)۔ - اسی طرح کسی کے ساتھ احسان، بہترین اخلاق کے ساتھ پیش آنا، مشکلوں میں مدد، اللہ کے لیے نصیحت، مریض کی عیادت، کسی کی موت پر تعزیت، کسی بھی سماجی کام میں خلوص سے شرکت وغیرہ وغیرہ یہ سب محبت کے عام ہونے کے وسائل میں سے ہیں۔ اللہ رب العزت ہمارے دلوں میں اپنی اور اپنے رسول اور نیک لوگوں کی محبت پیدا کردے اسی طرح اعمال صالحہ کی توفیق عنایت فرمائے۔ صلی اللہ علی خیر خلقه وسلم۔ (اللهم آمین)

■ ■ ■

رشتہ توڑنا ایک مبغوض عمل ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔ جب وہ ان کی پیدائش سے فارغ ہوا تو رحم (رشتہ) نے کھڑے ہو کر کہا: یہ اس شخص کا مقام ہے جو قطع رحمی سے تجھ سے پناہ مانگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں اس سے تعلق جوڑوں جو تجھ سے جوڑے اور اس سے قطع تعلق کروں جو تجھے قطع کرے۔ رشتے (رحم) نے کہا: کیوں نہیں (ایسا ہی ہونا چاہیے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس یہ تیرے لیے ہے (یعنی ایسا ہی ہوگا) پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اس کی تائید میں آیات قرآنی پڑھ لو" تو یقیناً قریب ہے کہ جب تم کو اقتدار ملے تو تم زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتوں کو کاٹو یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت فرمائی اور انہیں بہرہ اور اندھا کر دیا"
(سورۂ محمد: ۲۲-۲۳)

(متفق علیہ)

مسلمان نفع بخش بنیں

ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد:

اسلام دین فطرت ہے، تمام انسانوں کی بھلائی اسی دین میں مضمر ہے۔ اسلام امن وشانتی کا پیغامبر ہے، اس کی تعلیمات سب کے لیے ہیں۔ اسلام کی تعلیمات میں سے ایک تعلیم یہ ہے کہ ہر مسلمان نفع بخش بنے اور اپنے اخلاق سے، اپنے کردار سے، اپنے گفتار سے، اپنے اعمال سے، اپنے حرکات سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے، جان بوجھ کر کسی کو ہرگز ہرگز تکلیف وایذاء نہ دے کیونکہ یہی اصل انسانیت ہے اور یہی چیزیں باقی رہنے والی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ (الرعد: ۱۷) کہ رہا جھاگ کا معاملہ تو وہ بے کار چلا جاتا ہے اور رہی نفع بخش چیزیں تو وہ زمین میں باقی رہتی ہیں۔

لہٰذا ہر مومن، ہر مسلم، کلمہ گو شخص کی یہ دائمی کوشش ہونی چاہیے کہ وہ اپنی ذات سے دوسروں کو نفع پہنچائے اور اپنے اقوال واعمال سے کسی کو تکلیف نہ دے کیونکہ یہی ایک کامل مسلمان کی پہچان ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: **المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده۔** (متفق علیہ) کہ حقیقی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

صحیحین کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں اسی حدیث کے ساتھ دوسرا ٹکڑا بھی مذکور ہے جس میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: **والمؤمن من أمنه الناس على دمائهم وأموالهم۔ رواه الترمذي (۲۶۲۷) وأحمد (۸۹۳۱) وحسنه الألباني۔** حقیقی مومن وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگوں کی جان اور مال محفوظ ہوں۔

آج ہم جس ماحول میں زندگی گزار رہے ہیں اس میں ہمارے لیے بے حد ضروری ہو گیا ہے کہ اپنے اخلاق کا جائزہ لیں، اپنے کردار کو سنواریں۔ دشمنان اسلام شب وروز ہمیں مٹانے کے درپے ہیں، اپنے ہی وطن عزیز میں ہمیں دوسرے نمبر کا شہری بنانے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ ہر روز نت نئے مسائل سے مسلمانوں کو پریشان کیا جا رہا ہے لہٰذا ان حالات میں ہمیں بے حد محتاط رہنا چاہیے اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے ہمیں سبق سیکھنا چاہیے **لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة۔** (سورۃ الأحزاب: ۲۰) رسول اللہ ﷺ کی زندگی تمام لوگوں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کو جب نبوت ورسالت سے سرفراز کیا

گیا اور آپ پر سب سے پہلی وحی اقرأ باسم ربک نازل ہوئی، آپ غار حرا سے دوڑے دوڑے مارے خوف وہراس کے اپنے گھر آئے، اپنی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پورا قصہ بیان کیا اور کہا ''إني خشيت علی نفسي فقالت خديجة: كلا أبشر فو الله لا يخزيك الله أبدا والله إنك لتصل الرحم، وتصدق الحديث، وتحمل الكل، وتكسب المعدوم، وتقري الضيف، وتعين علی نوائب الحق'' (متفق علیہ واللفظ لمسلم)

اے خدیجہ! مجھے اپنے نفس پر خوف ہو رہا ہے، اپنی جان جانے کا ڈر ہو رہا ہے کہ میں ہلاک و برباد ہو جاؤں گا، میں ذلیل و رسوا ہو جاؤں گا۔ نیک اور غمگسار بیوی نے اپنے شوہر کی حالت دیکھی اور نہایت ہی عقل وحکمت، دانشمندی ودانائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جن الفاظ سے اپنے شوہر محمد ﷺ کی ہمت بندھائی ایک مسلم خاتون کے لیے وہ درس عبرت ہے، کہ شوہر و بیوی کو ازدواجی زندگی کس طرح گزارنی چاہیے۔ چنانچہ اس جنتی خاتون مومن بیوی نے نہایت ہی عزم وحوصلہ سے کہا: ہرگز نہیں اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز ہرگز کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا۔ کیوں؟ کیا وجوہات ہیں، کیا اسباب ہیں؟

۱۔ **إنك لتصل الرحم** آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، ان کا خیال رکھتے ہیں، ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں۔

۲۔ **وتصدق الحديث** آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں، جھوٹ سے دور رہتے ہیں، مکر وفریب سے گریز کرتے ہیں۔

۳۔ **وتحمل الكل** مجبور و بے سہارا لوگوں کو آپ سہارا دیتے ہیں، ان کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ان کی غمگساری کرتے ہیں۔

۴۔ **وتكسب المعدوم** فقیر ومحتاج لوگوں کو آپ کما کر دے دیتے ہیں، غریبوں ومسکینوں کا خیال رکھتے ہیں، ان کے کھانے کا بندوبست کرتے ہیں۔

۵۔ **وتقري الضيف** آپ مہمان نوازی کرتے ہیں، مہمانوں کی دلجوئی کرتے ہیں، ان کا خیر مقدم کرتے ہیں، ان کا استقبال کرتے ہیں، ان کو کھلاتے پلاتے ہیں۔

۶۔ **وتعين علی نوائب الحق** اور حق کی راہ میں آپ غیروں کی مدد کرتے ہیں، پریشانی اور مصیبت کے وقت آپ اپنا تعاون پیش کرتے ہیں۔

یہ چھ بارز اوصاف ہیں جن کا تذکرہ آپ کی نیک بیوی نے کیا اور ان اوصاف حمیدہ اور خصال جمیلہ کا ذکر کرکے یہ باور کرایا کہ جس انسان کے اندر یہ اعلیٰ صفات موجود ہوں وہ ضائع اور برباد کیسے ہو سکتا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مکہ کی مالدار اور خوبصورت خاتون تھیں، فہم وفراست اور کامیاب تجارت کی وجہ سے پورے مکہ میں مشہور تھیں۔ ان کے شوہر کے انتقال کے بعد قریش کے کئی نوجوان ان سے شادی اور نکاح کے خواہاں تھے، لیکن حضرت خدیجہ نے اپنا رفیق سفر نبی ﷺ کو چنا، جو مال ودولت میں اونچے تو نہ تھے مگر شرافت وصداقت میں آپ پورے اہل مکہ پر فائق تھے۔ لوگ انہیں صادق اور امین کے نام سے پکارتے تھے۔

حضرت خدیجہ جیسی فہم وفراست والی خاتون کا نبی کریم ﷺ کے ان چھ اوصاف حمیدہ کا ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ جن کے اندر بھی یہ صفات موجود ہوں وہ خائب

وخاسر اور نامراد نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ذلیل ورسوا نہیں کرے گا۔

محترم قارئین! اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے جو نبی کریم ﷺ کے یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے جو کہ انبیاء ورسل کے بعد تمام انسانوں میں سب سے افضل ہیں، ان کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: لما ابتلي المسلمون خرج أبو بكر مهاجرا نحو أرض حبشة حتى إذا بلغ برك الغماد، لقيه ابن الدغنة هو سيد القارة، فقال: أين تريد يا أبا بكر؟ فقال أبو بكر: أخرجني قومي فأريد أن أسيح في الأرض وأعبد ربي، قال ابن الدغنة: فإن مثلك يا أبا بكر لا يخرج ولا يُخرج إنك تكسب المعدوم، وتصل الرحم، وتحمل الكل، وتقري الضيف وتعين على نوائب الحق، وأنا لك جار، ارجع واعبد ربك ببلدك، فرجع وارتحل معه ابن الدغنة، فطاف ابن الدغنة عشية في أشراف قريش فقال لهم: إن أبا بكر لا يخرج مثله ولا يخرج، أتخرجون رجلا يكسب المعدوم، ويصل الرحم، ويحمل الكل، ويقري الضيف، ويعين على نوائب الحق، فلم تكذب قريش بجوار ابن الدغنة۔ (صحیح بخاری: ۳۹۰۵)

محترم قارئین! یہاں دیکھئے کہ ابن الدغنہ حضرت ابوبکر کے اخلاق عالیہ واوصاف حمیدہ سے متاثر ہے۔ آپ کے بلند اخلاق کی وجہ سے ابن الدغنہ نے ابوبکر کو مکہ چھوڑ کر جانے سے روک لیا اور اپنی ضمانت پر انہیں مکہ واپس لے آیا۔ سرداران قریش کے سامنے اعلان کیا کہ میں انہیں پناہ دیتا ہوں اور پناہ دینے کی وجہ بھی بیان کی کہ یہ صلہ رحمی کرتے ہیں، یہ غریبوں کی مدد کرتے ہیں، کمزوروں کو سہارا دیتے ہیں، یہ مہمان نوازی کرتے ہیں اور آفت ومصیبت کے وقت لوگوں کا بھرپور تعاون کرتے ہیں۔ چنانچہ ان اوصاف کو سننے کے بعد سرداران مکہ، رؤساء قریش میں کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ ان باتوں کا انکار کرسکے اور ابن الدغنہ کی دلیلوں کو جھٹلا سکے۔

محترم قارئین! یہ حدیث مکی دور کی ہے جس دور میں مسلمان مظلوم تھے، مقہور تھے، مجبور تھے، پریشان اور بدحال تھے، اپنے دشمنوں کی ایذاء رسانی سے پریشان تھے، ان کے مقابلے کی طاقت نہ تھی۔ اس دور میں مسلمانوں نے اپنے اعلیٰ اخلاق وکردار سے اپنے دشمنوں کو متاثر کیا۔ ان کے بلند اخلاق کے ان کے دشمن بھی معترف تھے۔ وہ قوم وسماج کے لیے مفید تھے اس لیے دشمنوں نے ان کو مکہ میں رہنے کی اجازت دی۔

آج ہم اپنے ملک میں جس حال سے گزر رہے ہیں اس حدیث کو اس تناظر میں دیکھیں۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کے گھر سے آپ کو کوئی بھگانا چاہ رہا ہو، لیکن اگر آپ بلند اخلاق وکردار کے ہوں گے تو آپ کے دشمنوں ہی میں سے کوئی کھڑا ہوکر آپ کا دفاع کرنے لگے گا اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اخلاق حسنہ کا پیکر بنے۔

نبی کریم ﷺ کی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ نبی ﷺ ہمارے اسوہ ہیں، نمونہ ہیں، آئیڈیل ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات، ان کے فرمودات کے مطابق ہمیں عمل

کرنا چاہیے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ما من شيئ أثقل في الميزان من حسن الخلق'' رواہ ابو داود(۴۷۹۹) واحمد(۲۷۵۱۷) وحسنہ الالبانی، کہ میزان میں حسن اخلاق سے کوئی چیز وزنی نہیں۔

اوردوسری حدیث میں فرمایا:

إن من أحبكم إلي وأقربكم مني مجلسا يوم القيامة أحاسنكم أخلاقا۔ (سنن الترمذی: ۲۰۱۸، وصححہ الالبانی) کہ تم میں میرے نزدیک سب سے محبوب اور قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے۔

محترم قارئین! اپنے سماج کی خدمت کرنا، اپنی قوم کی فلاح وبہبود کی کوشش کرنا، لوگوں کے کام آنا، یہ تمام حسنات آپ کے لیے صدقہ شمار کیے جائیں گے۔ اور ہر چھوٹی بڑی نیکی قیامت کے دن آپ اپنے نامۂ اعمال میں دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره، ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره (الزلزال: ۷،۸)

اور اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: الإيمان بضع وسبعون شعبة، أفضلها قول لا إله إلا الله، وأدناها إماطة الأذى من الطريق۔ (متفق علیہ) ایمان کے ستر سے زائد شاخیں ہیں سب سے افضل لا الہ الا اللہ ہے اور سب سے کمتر راستے سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا ہے۔

راستے سے تکلیف دہ چیز جیسے کانٹا، کیل، کیلے کا چھلکا وغیرہ۔

اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: لا تحقرن من المعروف شيئا ولو أن تلقى أخاك بوجه طلق۔ (صحیح مسلم: ۲۶۲۶) کہ تم معمولی نیکی کو حقیر اور کمتر نہ سمجھو گرچہ تم اپنے بھائی سے خوش اخلاقی سے ملو۔

سماج کی خدمت کی مختلف صورتیں ہیں جیسے اپنے اہل وعیال سے حسن سلوک کرنا، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا، پڑوسیوں کا خیال رکھنا، غریبوں بیواؤں کی مدد کرنا، یتیموں، بیواؤں اور بیکسوں کا سہارا بننا، ناگہانی آفتوں اور مصیبتوں میں متاثرین کا تعاون کرنا، بھوکوں کو کھانا کھلانا، راستوں اور گلیوں کی صفائی کا اہتمام کرنا، مریضوں کی عیادت کرنا۔

پڑوسیوں کے تعلق سے نبی ﷺ نے فرمایا:

مازال جبريل يوصيني بالجار حتى ظننت أنه سيورثه ۔ (متفق علیہ) کہ جبریل مجھے پڑوسیوں کے بارے میں حسن سلوک کی وصیت کرتے رہے یہاں تک مجھے گمان ہونے لگا کہ اسے وارث بنا دیں گے۔

والله لا يؤمن، والله لا يؤمن، والله لا يؤمن، قيل: ومن يا رسول الله، قال: من لا يأمن جاره بوائقه۔ (صحیح البخاری: ۶۰۱۶) وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا، وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا، وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا، پوچھا گیا کون اے اللہ کے رسول، تو آپ نے فرمایا: جس کی ایذاء سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ رہیں۔

مریضوں کی عیادت سے متعلق آپ نے فرمایا:

من عاد مريضا لم يزل في خرفه الجنة، قيل يا رسول الله وما خرفة الجنة، قال، جناها۔ (صحیح مسلم: ۲۵۶۸) جو شخص مریض کی عیادت کرے گا جنت کے باغوں میں ہوگا، آپ سے پوچھا گیا باغ سے مراد کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جنت کے پھل۔

بہت سے لوگوں کے دل میں یہ سوال آسکتا ہے کہ کار خیر کے لیے خیر یعنی مال چاہیے اور اس وقت ہم معاشی کمزوری کے شکار ہیں تو ہم یہ سب کام کیسے کریں۔ اس کا بھی جواب نبی کریم ﷺ کی حدیث میں موجود ہے۔ صحیحین کی حدیث ہے۔ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: **على كل مسلم صدقة، قالوا فإن لم يجد، قال: فيعمل بيديه فينفع به نفسه ويتصدق، قالوا فإن لم يستطع، قال: فيعين ذا الحاجة الملهوف، قالوا: فإن لم يفعل، قال: يأمر بالخير أو بالمعروف، قالوا فإن لم يفعل، قال: فيمسک عن الشر فإنه له صدقة۔** (متفق علیہ)

آپ ﷺ نے فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے، کہا گیا آپ کا کیا خیال ہے اگر اسے صدقہ کے لیے کوئی چیز نہ ملے، فرمایا اپنے ہاتھوں سے کام کرے اپنے آپ کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ کرے، عرض کیا گیا اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو، فرمایا تو کسی ضرورت مند کی مدد کرے، کہا گیا اگر یہ بھی نہ کر سکے تو، فرمایا بھلائی کا حکم دے، کہا گیا اگر یہ بھی نہ کر سکے تو، آپ نے فرمایا اپنے آپ کو برے کاموں سے باز رکھے یہ بھی صدقہ ہے۔

مطلب یہ کہ انسان اگر کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا تو نہ سہی، مگر اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ دے۔ یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہوگا۔ **فيمسک عن الشر فإنه له صدقة** نبی ﷺ کا یہ قول اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جو شخص نفع بخش کام انجام نہ دے سکے تو اسے چاہیے کہ اپنی زبان سے اور اپنے حرکات سے کسی کو تکلیف نہ دے، کسی کی غیبت نہ کرے، کسی کی بے عزتی نہ کرے، کسی کو برے القاب سے نہ یاد کرے، کسی کو گالی گلوج نہ دے، کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کرے، کسی کا مال چوری نہ کرے، کسی کے اوپر بہتان نہ لگائے، ایسا کرنے میں اسے کسی مال وزر کی ضرورت نہیں، بس اپنے آپ کو کنٹرول کرے، اپنے آپ کو حقیقی مسلمان بنا لے اتنا ہی کافی ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ رب العالمین ہمیں اپنے خاندان، قبیلے، ملک وقوم کے لیے مفید بنائے اور ہمیں دنیا وآخرت میں عزت عطا فرمائے۔ آمین

●●●

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آداب سحر خیزی

جلال بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

(علامہ اقبال)

ہدایت اور گمراہی کے باب میں اہل سنت والجماعت کے بنیادی اصول

عبیداللہ الباقی اسلم

اہل سنت والجماعت اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہدایت دینا اور گمراہ کرنا صرف اللہ کے اختیار میں ہے، جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنے عدل وانصاف سے گمراہ کرتا ہے، وہ جسے ہدایت دیتا ہے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا ہے، اور جسے گمراہ کرتا ہے؛ اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا ہے، بے شک ہدایت دینا اور گمراہ کرنا اسی اللہ سبحانہ کا کام ہے اور اسی کی لکھی ہوئی تقدیر ہے، اور ہدایت یافتہ ہونا اور گمراہ ہونا یہ بندے کا اپنا فعل ہوا کرتا ہے۔(دیکھیں: شفاء العلیل (1/ 229)

اہل سنت والجماعت کے نزدیک ہدایت سے متعلق چند بنیادی اصول:

ا۔ ہدایت اللہ تعالیٰ کا خالص حق ہے؛ لہٰذا جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {وَمَن يَهۡدِ ٱللَّهُ فَهُوَ ٱلۡمُهۡتَدِۖ} اللہ جس کی رہنمائی کرے تو وہ ہدایت یافتہ ہے۔[سورۃ الاسراء(97)]

اور فرمایا: {وَٱللَّهُ يَدۡعُوٓاْ إِلَىٰ دَارِ ٱلسَّلَٰمِ وَيَهۡدِي مَن يَشَآءُ إِلَىٰ صِرَٰطٖ مُّسۡتَقِيمٖ} اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف تم کو بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ راست پر چلنے کی توفیق دیتا ہے[سورۃ یونس(25)]

اور فرمایا: {وَمَا كُنَّا لِنَهۡتَدِيَ لَوۡلَآ أَنۡ هَدَىٰنَا ٱللَّهُۖ} اور ہماری کبھی ہدایت تک رسائی نہ ہوتی گر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتا[سورۃ الاعراف(43)]

۲۔ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر ایک عظیم احسان اور اس کا بڑا فضل و کرم ہے؛ لہٰذا جسے چاہے عطا کرے اور جسے چاہے عطا نہ کرے، سو اس باب میں اللہ پر بندہ کوئی حق نہیں رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {يَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِهِۦ مَن يَشَآءُۗ وَٱللَّهُ ذُو ٱلۡفَضۡلِ ٱلۡعَظِيمِ} وہ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہے مخصوص کرلے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے[سورۃ آل عمران (74)]

اور فرمایا: {وَأَنَّ ٱلۡفَضۡلَ بِيَدِ ٱللَّهِ يُؤۡتِيهِ مَن يَشَآءُۚ وَٱللَّهُ ذُو ٱلۡفَضۡلِ ٱلۡعَظِيمِ} اور یہ کہ (سارا) فضل اللہ ہی کے ہاتھ ہے وہ جسے چاہے دے، اور اللہ ہے ہی بڑے فضل والا[سورۃ الحدید(29)]

۳۔ اللہ کا یہ خاص فضل وکرم (ہدایت دے دینا) دراصل اس کے علم وحکمت سے مربوط ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ حَبَّبَ إِلَيۡكُمُ ٱلۡإِيمَٰنَ وَزَيَّنَهُۥ فِي قُلُوبِكُمۡ وَكَرَّهَ إِلَيۡكُمُ ٱلۡكُفۡرَ وَٱلۡفُسُوقَ وَٱلۡعِصۡيَانَۚ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلرَّٰشِدُونَ. فَضۡلٗا مِّنَ ٱللَّهِ وَنِعۡمَةٗۚ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٞ} لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لئے محبوب بنا دیا ہے، اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دے رکھی ہے، اور کفر کو اور گناہ کو اور نافرمانی کو تمہاری نگاہوں میں

ناپسندیدہ بنا دیا ہے، یہی لوگ راہ یافتہ ہیں، اللہ کے احسان وانعام سے، اور اللہ دانا اور باحکمت ہے۔ [سورۃ الحجرات (8 - 7)]

اللہ کو خوب علم ہے کہ کون ہدایت کا مستحق ہے؟ اور کسے اور کب ہدایت دینی ہے؟

۴۔ ہدایت کے دو پہلو ہیں:

الف۔ ہدایت ابتدائیہ؛ یہ پہلا مرحلہ ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو راہ راست، توحید اور دین اسلام کی طرف رہنمائی فرماتا ہے؛ چنانچہ ایک کافر راہ یاب ہوتا ہے، بدعتی سنت کی طرف لوٹ آتا ہے، اور فاسق طاعت کے کاموں میں لگ جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ} ایسا شخص جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لیے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے [سورۃ الانعام: 122]

ب- ہدایت لاحقہ؛ یہ دوسرا مرحلہ ہے؛ جب انسان راہ یاب ہوتا ہے، خیر و بھلائی، اور نیکی کے کاموں میں لگ جاتا ہے، تو اللہ عز وجل اسے مزید بھلائیوں اور مختلف نیکی کے کاموں کی توفیق عطا کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ} اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ نے انہیں ہدایت میں اور بڑھا دیا ہے اور انہیں ان کی پرہیزگاری عطا فرمائی ہے [سورہ محمد (17)]

اور فرمایا: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ} اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا، اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا، اور تم کو بخش دے گا، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے [سورۃ الانفال (29)]

اور فرمایا: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا، يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ} اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی (سچی) باتیں کیا کرو، تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف فرما دے، اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا اس نے بڑی مراد پالی [سورۃ الاحزاب (71 - 70)]

اور فرمایا: {فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ، وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ، فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ} جس نے دیا (اللہ کی راہ میں) اور ڈرا (اپنے رب سے)، اور نیک بات کی تصدیق کرتا رہے گا، تو ہم بھی اس کو آسان راستے کی سہولت دیں گے [سورۃ اللیل (7 - 5)]

اہل سنت والجماعت کے نزدیک گمراہی سے متعلق چند بنیادی اصول:

ا۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہدایت کو مقدر کر رکھا ہے؛ گمراہی کو بھی قضا کونی کے تحت مقدر کر رکھا ہے: جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ} پس بعض لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور بعض پر گمراہی ثابت ہو گئی [سورۃ النحل (36)]

اور فرمایا: {مَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ} [سورۃ الاعراف: 186] جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کو کوئی راہ پر نہیں لاسکتا۔

اور فرمایا: {فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ} اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے [سورۃ فاطر(8)]

۲۔ گمراہی (کسی کو ہدایت نہ دینا) دراصل اللہ تعالیٰ کے عدل محض پر مبنی ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے سارے طریقوں کو واضح کردیا ہے؛ لوگوں کی رہنمائی کی خاطر رسولوں کو مبعوث فرمایا، کتابیں نازل کیں، بلکہ ہدایت کے تمام ذرائع و اسباب کی طرف بھی رہنمائی کی، اس کے باوجود اگر کوئی راہ یاب نہ ہوسکے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ} آپ کہیے کہ بس پوری حجت اللہ ہی کی رہی، پھر اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ راست پر لے آتا [سورۃ الانعام (149)]

اور فرمایا: {رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا} ہم نے انہیں رسول بنایا ہے، خوشخبریاں سنانے والے اور آگاہ کرنے والے، تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر رہ نہ جائے، اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور بڑا باحکمت ہے [سورۃ النساء (165)]

اور فرمایا: {إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا} ہم نے اسے راہ دکھائی اب خواہ وہ شکر گزار بنے خواہ ناشکرا [سورۃ الانسان (3)]

اور فرمایا: {وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ} ہم نے دکھا دیئے اس کو دونوں راستے [سورۃ البلد (10)]

لہٰذا اگر کوئی گمراہی میں مبتلا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظلم نہیں ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کی بھلائی کی خاطر ہر چیز کو واضح فرمادیا، اور ظلم کو اپنے نفس پر حرام قرار دیا: إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي میں نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام کردیا ہے (صحیح مسلم: 2577)؛ لہٰذا کسی بھی صورت میں اس سے ظلم صادر نہیں ہوسکتا ہے: {وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ} اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں [سورہ فصلت (46)]، وہ خود برحق ہے، اور اس کے فیصلے بھی حق پر مبنی ہوا کرتے ہیں: {وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ} اور اللہ تعالیٰ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرتا ہے [سورہ غافر (20)]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو صحیح اور سچے راستے کی طرف رہنمائی کی؛ مگر انہوں نے حق پر ظلم کو، اور توحید پر شرک کو ترجیح دی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ فَأَخَذَتْهُمْ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ} رہے ثمود، سو ہم نے ان کی بھی رہبری کی، پھر بھی انہوں نے ہدایت پر اندھے پن کو ترجیح دی، جس بنا پر انہیں (سراپا) ذلت کے عذاب نے ان کے کرتوتوں کے باعث پکڑ لیا [سورۂ فصلت (17)]

اور فرمایا: {ذَٰلِكَ بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِن رَّبِّهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ} یہ اس لیے کہ

کافروں نے باطل کی پیروی کی اور مومنوں نے اس دین حق کی اتباع کی جو ان کے اللہ کی طرف سے ہے، اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے احوال اسی طرح بتاتا ہے[سورہ محمد(3)]

اور فرمایا: {وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ} اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود ہی ظالم تھے[سورۃ الزخرف(76)]

۳۔ گمراہی (کسی کو ہدایت نہ دینا) حقیقت میں اللہ عزوجل کی حکمت پر مبنی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ} اور اگر یہ لوگ پھر واپس بھیج دیئے جائیں تب بھی یہ وہی کام کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور یقیناً یہ بالکل جھوٹے ہیں[سورۃ الانعام(28)]

یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ درحقیقت وہ ہدایت کے مستحق تھے ہی نہیں، لہٰذا وہ راہ یاب نہ ہوسکے؛ جو یقیناً حکمت الٰہی پر مبنی تھا۔

۴۔ کسی کی گمراہی؛ دراصل اللہ کی طرف سے سزا ہے، اور اس سزا کے دو پہلو ہیں:

الف۔ لوگوں کو ایمان لانے کا حکم دیا گیا تھا؛ مگر وہ اس کے مطابق عمل پیرا نہ ہوئے، لہٰذا یہ گمراہی کی سزا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ} اور ہم بھی ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسا کہ یہ لوگ اس پر پہلی دفعہ ایمان ہیں لائے ہیں۔[سورۃ الانعام(110)]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: پس (اس آیت کریمہ میں) اس بات کا ذکر فرمایا ہے کہ یہ تقلیب ان لوگوں کے لئے (مقدر) ہے جو پہلی بار ایمان نہ لائے، اور (دراصل) یہ ایمان نہ لانے (کی سزا ہے)

(دیکھیں: مجموع الفتاوی(224/8).)

ب۔ یہ گمراہی دراصل باطل کی اتباع، کفر وشرک اور انحراف کی طرف میلان کی سزا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا} ان کے دلوں میں بیماری تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں بیماری میں مزید بڑھا دیا[سورۃ البقرۃ(10)]

اور فرمایا: {فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ} پس جب وہ لوگ ٹیڑھے رہے تو اللہ نے ان کے دلوں کو (اور) ٹیڑھا کردیا[سورۃ الصّف(5)]

اور فرمایا: {صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُم بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ} اللہ تعالیٰ نے ان کا دل پھیر دیا ہے اس وجہ سے کہ وہ بے سمجھ لوگ ہیں[سورۃ التوبہ(127)]

اور فرمایا: {وَأَمَّا مَن بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ، وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ، فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ} لیکن جس نے بخیلی کی اور بے پرواہی برتی، اور نیک بات کی تکذیب کی تو ہم بھی اس کی تنگی ومشکل کے سامان میسر کردیں گے[سورۃ اللیل(8 - 10)]

خلاصۂ کلام:

ہدایت دینا یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے، جو اس کے علم وحکمت پر مبنی ہے؛ لہٰذا جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے؛ اور کسی کو گمراہ کرنا یہ اللہ کی طرف سے ظلم نہیں بلکہ عین عدل پر مبنی ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص اللہ عزوجل کے کسی بھی فعل کے بارے میں اعتراض

کرے تو اس کی تردید کے لئے درج ذیل اصول کافی ہیں:

۱۔کمالِ علم؛ اسے ہر چیز کا علم حاصل ہے؛ کوئی بھی شے اس سے پوشیدہ نہیں ہے: {وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا} اور اللہ تعالیٰ نے؛ ہر چیز کو بہ اعتبار علم گھیر رکھا ہے [سورۃ الطلاق (12)]

اور فرمایا: {لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ} اللہ تعالیٰ سے ایک ذرے کے برابر کی چیز بھی پوشیدہ نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں بلکہ اس سے بھی چھوٹی اور بڑی چیز کھلی کتاب میں موجود ہے [سورۃ سبا (3)]

۲۔کمالِ قدرت؛ ہر چیز پر وہ کامل قدرت رکھتا ہے: {وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ} اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے [سورۃ آل عمران (189)]

۳۔کمالِ حکمت؛ جو بھی فعل اس سے صادر ہوتا ہے؛ وہ کمالِ حکمت ومصلحت پر مبنی ہوتا ہے: {وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ} اور وہ بڑی حکمت والا اور پوری خبر رکھنے والا ہے [سورۃ الانعام (18)]

وہ علیم ہے، قدیر ہے، حکیم ہے؛ لہٰذا اس سے اس کے کسی بھی کام کے بارے میں سوال نہیں کیا جا سکتا ہے، البتہ بندوں سے ان کے اعمال کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا: {لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ} وہ اپنے کاموں کے لئے (کسی کے آگے) جواب دہ نہیں اور سب (اس کے آگے) جواب دہ ہیں [سورۃ الانبیاء (23)]

●●●

تنگ دست پر آسانی کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مومن سے دنیا کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کی اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور فرمائے گا۔ جس نے کسی تنگ دست اور بدحال پر آسانی کی اللہ تعالیٰ اس پر دنیا اور آخرت میں آسانی فرمائے گا۔ جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے جو ایسے راستے پر چلتا ہے جس میں وہ علم (دین) تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے اور جو لوگ بھی اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور آپس میں اس کی تدریس کرتے ہیں تو ان پر اللہ کی طرف سے سکینت نازل ہوتی ہے، انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان فرشتوں میں فرماتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں اور جس کو اس کا عمل پیچھے چھوڑ گیا اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھائے گا۔

(صحیح مسلم)

منہج سلف کے اثبات میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا منہج

مجیب الرحمٰن سلفی
استاد جامعہ سلفیہ، بنارس

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا شمار ائمہ دین اور مجدد دین اسلام میں ہوتا ہے آپ کی شخصیت یگانہ روزگار تھی۔ آپ کی زندگی کا مقصد عقیدہ سلف کی نشر واشاعت اوراس کا دفاع رہا۔ جس قدر آپ نے منہج سلف کی ترجمانی اور باطل عقائد ونظریات کی تردید کی۔ گزشتہ کئی صدیوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ نے جتنی بھی چھوٹی بڑی کتابیں تصنیف فرمائیں ان کا ہدف منہج حق کی توضیح وبیان رہا۔ جیسا کہ آپ خود لکھتے ہیں: ''میں نے اپنی پوری زندگی اصول دین کے معاملے میں کبھی کسی کو حنبلی و غیر حنبلی مذہب کی دعوت نہیں دی۔ نہ ہی اس کی تائید کی۔ نہ ہی اپنے کلام میں حنبلی مذہب کا تذکرہ کرتا ہوں میں تو فقط سلف صالحین وائمہ دین کے متفقہ عقائد کو بیان کرتا ہوں''

(الرد علی الأخنائی ص152)

آپ کا مطمح نظر مسائل عقیدہ کی وضاحت اس لیے بھی رہا کیونکہ عقیدہ کا معاملہ بڑا پرخطر ہے۔ آپ کے شاگرد رشید بزار نے آپ سے فقہ میں ایسی کتاب جمع کرنے کی خواہش ظاہر کی جو آپ کے اختیارات اور ترجیحات پر مشتمل ہو۔ اور اہل افتاء کی وہ نمائندگی کرسکے۔ تو آپ نے یہ کہتے ہوئے معذرت پیش کی کہ '' فروعی مسائل، اصولی مسائل کی طرح پر خطر نہیں اہل باطل جو باطل وگمراہ فرقوں کو جنم دیتے ہیں ان کا مقصد شریعت اسلامیہ کا بطلان، اس کی بنیاد کو کمزور کرنا اور لوگوں کو شکوک وشبہات کے دلدل میں پھنسانا ہے۔'' مزید فرمایا: ''جب مجھے معاملات کی اس قدر سنگینی کا علم ہوا تو میں نے اپنی پوری توانائی مسائل عقیدہ کی توضیح کے لیے صرف کردی۔ اور خود پر یہ بات واجب کرلی کہ میں ان کے فرسودہ اقوال کو نقل کرکے ان کا عقلی ونقلی جواب دوں۔''

(الأعلام العلیة ص35)

مزید فرماتے ہیں: ''ہر شخص پر واجب ہے کہ اپنی استطاعت کے بقدر باطل فرقوں کے بطلان کو واضح کرے، ان کے شبہات کا جواب دے۔ اوران کی ضلالت وگمراہی کو طشت از بام کرنے میں ذرا بھی کوتاہی نہ کرے۔''

(الأعلام العلیة ص35)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے عقیدہ کے اثبات میں وہی منہج اور اسلوب اختیار کیا جو ان سے قبل ائمہ دین اور سلف صالحین نے اپنایا تھا۔ کسی بھی مسئلہ میں آپ نے ائمہ سلف سے اختلاف نہیں کیا۔ اور نہ کوئی نیا روش و منہج اپنایا۔ عقیدہ میں تالیف شدہ آپ کی کتابوں کے مطالعہ سے آپ کا جو منہج واسلوب آشکار ہوتا ہے وہ درج ذیل ہے۔

۱۔ شرعی نصوص کی تعظیم وتکریم کرنا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (سورة النساء:65)

نہیں، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں، بلکہ سربسر تسلیم کرلیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (سورة النور63)

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آ جائے۔

مزید فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ (سورة الحجرات1)

اے لوگوں جو ایمان لائے ہو، اللہ اور اس کے رسول کے آگے پیش قدمی نہ کرو۔ اور اللہ سے ڈرو، اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

مذکورہ نصوص اس بات پر دال ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی بات سب پر مقدم ہوگی۔ اختلاف کے وقت شرعی نصوص ہی فیصل ہوں گی۔

صحابہ کرام کا یہی منہج تھا، اختلاف کے وقت وہ کلام الٰہی اور کلام رسول کو ہی فیصل مانتے تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اہل علم و ایمان کا منہج یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے کلام کو اصل قرار دیتے ہوئے اسی پر اعتماد کرتے ہیں اور اختلاف کے وقت اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں جو بات اس کے موافق ہو وہ حق ہے۔ اور جو اس کے مخالف ہو وہ باطل ہے۔''

(درء تعارض العقل والنقل 277/ 1)

اہل سنت والجماعت کے منہج پر گفتگو کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں: ''اہل سنت ظاہری و باطنی طور پر آثار رسول اور مہاجرین وانصار میں سے سابقین اولین کی اتباع کرتے ہیں اور انہیں بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ سب سے سچا کلام اللہ کا ہے۔ اور سب سے بہتر سنت نبی کریم کی سنت ہے اور وہ کلام الٰہی کو بقیہ تمام مخلوقات کے کلام پر ترجیح دیتے ہیں۔''

(مجموع الفتاوی 157/ 3)

یہی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا بھی منہج واسلوب ہے۔ شرعی نصوص کی تعظیم وتکریم اور ان سے استدلال اور مسائل کا استنباط جابجا آپ کی تصنیفات میں نظر آتا ہے۔

۲۔ سلف صالحین اور معتبر علماء کے اقوال سے شرعی نصوص کی تائید کرنا

یہ اسلوب بھی شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی کتابوں میں بکثرت ملتا ہے شرعی نصوص کی توضیح و بیان کے لیے آپ سلف صالحین کے اقوال نقل کرتے ہوئے اسے قابل حجت تسلیم کرتے ہیں

آپ رحمہ اللہ نے یہ عزم کر رکھا تھا کہ آپ وہی بات کہیں گے جو آپ سے قبل سلف صالحین نے کہی۔ کسی مسئلہ میں

آپ تفرد اختیار نہیں کریں گے چہ جائے کہ کسی اجماعی مسئلہ کی مخالفت کریں

جیسا کہ آپ رحمہ اللہ کا بیان ہے: ''میں نے ہمیشہ وہی بات کہی جو مجھ سے قبل علماء نے کہی ہے اور کسی بھی مسئلہ میں گفت وشنید علماء کے اقوال جاننے کے بعد ہی کرتا ہوں۔ لہٰذا جس شخص کا یہ منہج واسلوب ہو وہ کیسے اجماع کی مخالفت کرسکتا ہے جب کہ وہ ماسبق علماء کے ہی قول نقل کرتا ہے

(الرد علی الإخنائی ص195)

آپ رحمہ اسی روش پر قائم رہے ہیں کیوں کہ آپ کا ماننا ہے کہ حق ہمیشہ سنت وصحیح آثار کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ آپ سلف صالحین سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''حق ہمیشہ سلف صالحین کے ساتھ ہے۔ سلف صالحین کی موافقت کرنے والے ہی حق پر ہوں گے اور جو ان کی مخالفت کرنے والے ہیں وہ حق سے دور ہوں گے اور حق رسول کے ساتھ ہے۔ لہٰذا جو ان کی سنتوں کو زیادہ جاننے والا ہو اور اس پر عمل کرنے والا ہو تو وہ حق بجانب ہوگا۔ یہ اہل سنت صرف نبی کریم کے قول کی ہی تائید کرتے ہیں، اسی کی طرف نسبت کرتے ہیں، اسی کو جاننے والے اور اس کی پیروی کرنے والے ہیں''۔

سلف صالحین کے منہج کی مزید توضیح کرتے ہوئے لکھتے: ہیں: ''عقیدہ کے باب میں سلف صالحین سے بکثرت اقوال منقول ہیں، جو باہم مشابہ ہیں، ایک دوسرے سے متعارض نہیں اور وہ سب کے سب حق اور درست ہیں''

(الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح 350/ 4)

منہج سلف کی مدح سرائی میں آپ رقم طرز ہیں:

''ائمہ سلف کے اقوال میں غور وخوض کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ باریک بیں، صحیح منقولات وصریح عقلی دلائل کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ اور ان کے اقوال معقولات ومنقولات کے موافق ہیں وہ باہم موافق اور مشابہ ہیں متعارض ومتضاد نہیں اور جو ان کی مخالفت کرنے والے ہیں، درحقیقت ان کے اقوال کو سمجھ ہی نہیں پائے۔ نہ ہی شرعی نصوص اور معقولات کو وہ سمجھ سکے۔ اسی بناء پر ان کی راہیں جدا ہوگئیں اور وہ کتاب اللہ میں اختلاف کا شکار ہوگئے۔''

(درء تعارض العقل والنقل 301/ 2)

عقیدہ میں گمراہ وراہ حق سے بھٹکے ہوئے فرقوں کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''معطلہ جو صفات کی نفی کرتے ہیں، اپنے مذہب ومسلک کی تائید میں سلف صالحین میں سے کسی کا قول نہیں پاتے۔ بلکہ سلف کے اقوال مسلک حق یعنی اہل سنت والجماعت کے قول کی نمائندگی کرتے ہیں اور اہل باطل وگمراہ فرقوں کی تردید کرتے ہیں''

(درء تعارض العقل والنقل 24/ 4)

آپ رحمہ اللہ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ آپ کی کتابوں میں موجود علمی مواد، ترجیحات واختیارات ائمہ سلف کی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔ اپنی کتابوں اور رسالوں میں جابجا آپ نے اس کا اظہار کیا ہے کہ شرعی نصوص کی توضیح میں آپ کا اعتماد سلف صالحین کی کتابوں پر ہے۔ چنانچہ آپ رحمہ اللہ نے عقیدہ کے باب میں جن کتابوں پر اعتماد کیا ہے، وہ ائمہ سلف کی وہ کتابیں ہیں جو باطل وگمراہ فرقوں کی تردید میں لکھی گئیں مثلاً: عبداللہ بن محمد جعفی کی

کتاب الرد علی الجہمیۃ اور امام دارمی، عبدالرحمٰن بن ابی حاتم، عبداللہ بن امام احمد، ابوبکر بن اثرم، امام حنبل بن اسحاق، امام خلال، امام طبری، ابن ابی زمنین، ابن مندہ، ابوحفص بن شاہین، ابوذر ہروی، ابوداؤد سجستانی اور ابن عاصم وغیرہم کی کتابیں۔

اسی طرح کتاب التوحید امام ابن خزیمہ کی، کتاب الشریعۃ امام آجری کی، الإبانۃ امام ابن بطہ کی، شرح اصول السنۃ امام لالکائی کی۔ اعتقاد السلف واصحاب الحدیث امام صابونی کی۔

متعمد کتب تفاسیر جن میں سلف صالحین کے اقوال بیان کرنے کا اہتمام کیا گیا ہو، اس پر بھی آپ اعتماد کرتے ہوئے ائمہ سلف کے اقوال نقل کرتے ہیں جیسے تفسیر عبد الرزاق، تفسیر عبد بن حمید۔

اس کے علاوہ وہ کتابیں جن میں سنت رسول اور آثار صحابہ و تابعین نقل کرنے کا اہتمام کیا گیا ہو۔

۳۔ واضح اور آسان لب ولہجہ میں عقیدہ کے مسائل کو ثابت کرنے کے بعد قرآنی آیات، احادیث نبویہ اور اقوال سلف سے اس کو مؤید کرنا

عقیدہ کے باب میں آپ کی تالیف شدہ کتابیں تین طرح کی ہیں:

۱۔ وہ کتابیں جن میں مخالفین کے شبہات واعتراضات نقل کیے بغیر مسائل عقیدہ کو کتاب وسنت اور سلف صالحین کے اقوال کی روشنی میں بیان کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ جیسے العقیدہ الواسطیہ

۲۔ وہ کتابیں جن میں مخالفین کے شبہات کا رد کرتے ہوئے ان کے افکار ونظریات کا مناقشہ کیا گیا ہے۔ وہ مخالفین چاہے دوسرے مذاہب کے ہوں جیسے کہ نصاری کی تردید میں آپ کی لکھی ہوئی کتاب "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" یا مخالفین کی نسبت اسلام کی جانب ہو، ان کی تردید میں لکھی گئی کتاب "بیان تلبیس الجهمیه"، کتاب "درء تعارض العقل والنقل" وغیرہ۔

۳۔ وہ کتابیں جن میں مخالفین کے افکار کا تجزیہ بھی پیش کیا گیا ہو۔ پہلے عقیدہ کے مسائل اور سلف صالحین کے اقوال کو بیان کیا گیا ہو۔ پھر کلام سلف کی روشنی میں مخالفین کے اقوال کا تجزیہ بھی کیا گیا ہو۔ جیسے کہ کتاب "الحمویه"۔

۴۔ شمولیت

آپ رحمہ اللہ کا یہ نمایاں وصف ہے کہ عقیدہ کے مسائل کو آپ تفصیلاً بیان کرتے ہیں کسی بھی گوشے یا ناحیہ کو تشنہ نہیں چھوڑتے ہیں کیوں کہ عقیدہ کے تمام مسائل ایک ہی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں چنانچہ آپ نے تمام عقیدہ کے مسائل چاہے وہ اصولی ہوں یا جزئیات ومتعلقات سب پر بے لاگ تبصرہ کیا ہے۔ پہلے آپ ارکان ایمان کو تفصیلی طور پر بیان کرتے ہوئے توحید کی انواع اقسام کو مدلل ثابت کرتے ہیں اور اسی کے ضمن میں عقیدہ سے متعلق مسائل، مثلاً صحابہ کے بارے میں اعتقاد حق، کرامات اولیاء، امراء و حکام کے خلاف خروج کا عقیدہ وغیرہ، یہ تمام مسائل بطور خاص آپ کے فتاوی کے ابتدائی اجزاء میں بکھرے ہوئے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ کا مطمح نظر توحید الوہیت ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ کا فرمان ہے "التوحید هو سر القرآن و لب الإیمان" عقیدہ توحید ہی قرآن کا راز اور ایمان کا مغز ہے۔ (قاعدة جلیلة فی التوسل والوسیلة ص241)

توحید الوہیت ہی اصل دین اور تمام انبیاء ورسل کی دعوت رہی ہے۔آسمانی کتابوں کا خلاصہ اور تخلیق انسانی کا مقصد ہے آپ رحمہ اللہ نے پرزور دلائل سے واضح فرمایا کہ "تمام انبیاء کرام نے توحید الوہیت کا ہی اہتمام فرمایا۔اور اس کی حفاظت کے لیے تمام تر وسائل اختیار فرمائے۔

(الجواب الباهر فی زوار المقابر ص62)

توحید الوہیت کا اہتمام آپ کے یہاں اس قدر ہے کہ آپ کی تمام چھوٹی بڑی تصنیفات میں اس کی جھلک نظر آتی ہے۔اس پر مزید کہ اس عقیدہ کے اثبات میں آپ نے مستقل کتابیں ورسائل بھی تصنیف فرمائے ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں

۱-قاعدة جليلة فی التوسل والوسيلة

۲-الرد على البكری

۳-الرد على الأخنائی

۴-قاعدة عظيمة فی الفرق بين عبادات أهل الإسلام والإيمان، وعبادات أهل الشرك والنفاق

۵-الجواب الباهر فی زوار المقابر

بعض دوسری کتابوں کے ضمن میں توحید الوہیت پر آپ نے لاجواب گفتگو کی ہے۔جیسے کتاب ''اقتضاء الصراط المستقيم''، کتاب ''التدمیریة''، کتاب ''الصارم المسلول''اور آپ کے فتاوی کے ابتدائی اجزا

۵۔ منہج وسط

مسائل عقیدہ کو ثابت کرتے ہوئے آپ رحمہ منہج وسط کی مکمل رعایت کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطاً لِّتَكُونُواْ شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيداً وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَإِن كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللّهُ وَمَا كَانَ اللّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللّهَ بِالنَّاسِ لَرَؤُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ (البقرة: ۱۴۳)

منہج وسط مسائل عقیدہ اور اس کے علاوہ تمام دینی امور کو شامل ہے جیسا کہ آپ رحمہ اللہ اہل سنت کے منہج پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''اہل سنت امت کے فرقوں میں وسط پر ہیں جس طرح یہ امت تمام امتوں میں وسط پر ہے۔اہل سنت صفات کے باب میں اہل تعطیل جہمیہ اور اہل تمثیل مشبہ کے درمیان وسط پر ہیں اللہ کے افعال میں قدریہ اور جبریہ کے درمیان وسط پر ہیں اور وعید کے باب میں جہمیہ اور قدریہ فرقہ کے وعیدیہ کے درمیان وسط پر ہیں ایمان ودین کے اسماء کے باب میں حروریہ،معتزلہ اور جہمیہ ،مرجئہ کے درمیان وسط پر ہیں صحابہ کرام کے سلسلہ میں روافض اور خوارج کے درمیان وسط پر ہیں اسی طرح اہل سنت والجماعت انبیاء کرام کی محبت کے سلسلے میں وسط پر ہیں ان لوگوں کے درمیان جو انبیاء کی محبت میں غلو کرتے ہوئے اللہ کی طرح ان کی تعظیم کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کائنات میں انہیں تصرف کا حق حاصل ہے اور ان لوگوں کے درمیان جو انبیاء کی تحقیر کرتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ بعض لوگ انبیاء کرام سے افضل ہیں جیسا کہ بعض اہل تصوف کا عقیدہ ہے''۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ صفات کے باب میں منہج اہل سنت کی وسطیت پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مذہب سلف دو مذہبوں کے مابین اور دو گمراہیوں کے درمیان وسط پر ہے۔یعنی صفات کا اثبات اور مخلوق سے مشابہت کی نفی۔اللہ تعالیٰ کا قول'' ليس كمثله شيء'' اہل تمثیل وتشبیہ پر رد ہے۔جبکہ'' هو السميع البصير'' اہل تعطیل ونفی پر رد ہے۔ممثلہ نابینا اور معطلہ اندھے ہیں ممثلہ بت کی عبادت کرتے ہیں جبکہ معطلہ عدم کو پوجتے ہیں۔

(مجموع الفتاوی 196/ 5)

۶۔ غیبیات پر ایمان رکھنا اور اس کی کیفیت اللہ کی طرف منسوب کرنا

اہل سنت کا یہ منہج ہے کہ وہ غیبی امور پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی کیفیت کی ٹوہ میں نہیں پڑتے اور اسی کو اللہ تعالیٰ نے اہل تقوی کی صفت قرار دیا ہے۔

اہل سنت کا غیب پر کامل ایمان یہ ہے کہ وہ جس چیز کو نہیں جانتے یا جس مسئلہ میں کوئی شرعی نص وارد نہیں، اس کے علم کی نسبت وہ اللہ کی طرف کرتے ہیں

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''میں اس چیز پر ایمان رکھتا ہوں جو اللہ کی جانب سے اس کی مراد پر منقول ہے۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کے رسول کی مراد پر منقول ہے۔''(ذم التاویل ابن قدامہ ص 11)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس عقیدہ کو ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی عمل انجام دیا اس میں کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہے اجمالی طور پر یہی ہمارے لیے کافی ہے۔گرچہ ہم اس کی تفصیل نہیں جانتے اور حکمتوں کی تفصیل نہ جاننا ذات کی کیفیت نہ جاننے کے درجہ میں ہے۔اور بعض جزئیات کی کیفیت جاننا اصل حکمت جاننے میں قدح نہیں

(مجموع الفتاوی 128/ 6)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک عقیدہ کے مصدر فقط دو ہی ہیں قران اور سنت۔کیوں کہ عقیدے کے مسائل توقیفی ہیں جن کا مدار فقط کتاب وسنت پر ہی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''تمام دینی امور میں کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑنا اور اس کی اتباع کرنا اور اس سے ہدایت لینا لوگوں پر واجب ہے، نجات اور سعادت کا مدار اسی کی اتباع پر ہے۔اور شقاوت وبدبختی اس کی مخالفت میں ہے۔''(مجموع الفتاوی 76/ 19)

سنت کے متعلق آپ کا فرمان ہے:''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے تمام اصول وفروع اور ظاہر وباطن کو بیان فرمایا، اسے سکھایا اور اس پر عمل کرکے بتلایا، اس لیے کہ سنت علم وایمان کے اصول میں سے ایک اصل ہے۔''

(مجموع الفتاوی 155/ 19)

مسائل عقیدہ پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا استدلال چند وجوہ سے ظاہر ہوتا ہے

ا۔تنازع کے وقت کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنا اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور ان کے اوامر کی سمع وطاعت کرنا اور مخالفت سے اجتناب کرنا واجب ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے پرزور دلائل سے واضح کیا ہے کہ تنازع کے وقت اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرنا واجب ہے اور جو کتاب وسنت کو فیصل نہ مانے تو یہ اس کے نفاق اور گمراہی کی دلیل ہے اور امت انہیں دونوں مصادر پر متفق ہوگی اور جو کتاب وسنت کو فیصل

نہ ماننے اس کا لازمی نتیجہ گمراہی اور لوگوں کو بغیر ہدایت کے چھوڑ دینا ہے اور پھر اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگوں کو بغیر ہدایت کے چھوڑنا بہتر ہے۔

(درء تعارض العقل والنقل 58 /1)

۲۔کتاب وسنت کے نصوص میں تعارض کی نفی

کتاب وسنت کے نصوص وحی ہیں اور وحی الٰہی میں تعارض نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ کلام الٰہی آپس میں مشابہ ومماثل ہیں، بعض سے بعض کی تصدیق ہوتی ہے، اگر ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کا حکم دیا تو دوسری جگہ اس کی نقیض کا حکم نہیں دیا اور اگر کسی چیز سے منع کیا تو دوسرے مقام پر اس کے کرنے کا حکم نہیں دیا۔

(التدمیریہ،ص:104)

آپ رحمہ اللہ نے مزید واضح کیا کہ شرعی نصوص آپس میں متعارض نہیں اور اگر وہ امر ونہی میں متعارض ہیں، تو ان میں ایک ناسخ اور دوسرا منسوخ ہے اور خبریں آپس میں متناقض نہیں، اگر کسی میں دو خبریں یا دو امر متعارض ہیں تو ان میں سے ایک عام ہے اور دوسرا خاص اور خاص کو عام پر مقدم کیا جائے گا اور حقیقت میں یہ تعارض نہیں۔ اور اگر کلام الٰہی وکلام رسول میں اجمال ہے، دوسرے کلام سے اس کی تفسیر کی گئی ہو، یا اس کے معنی کو واضح کیا گیا ہو۔ چاہے دوسرا کلام پہلے کلام سے متصل ہو یا منفصل۔ یہ کلام الٰہی یا کلام رسول سے خروج نہیں کہلائے گا، نہ ہی وہ عیب ونقص کو مستلزم ہوگا۔

(درء تعارض العقل والنقل 231 /5)

۳۔شرعی نصوص اور عقل میں تعارض کی نفی

اس مسئلہ پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تفصیلی کلام کیا ہے بلکہ متکلمین سے آپ کا معارضہ اسی مسئلہ کو لیکر ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے بیان فرمایا کہ شرعی نصوص اور عقل یا قیاس میں تعارض پیش کرنا سلف کا شیوہ نہیں نا ہی انہوں نے اسے روا سمجھا۔ بلکہ جہمیہ اور معتزلہ نے بعد میں اس بدعت کو ظاہر کیا۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے نزدیک نص صحیح اور عقل صریح میں تعارض محال ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ آپ فرماتے ہیں "اہل ایمان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہی طرز معمول ہے۔ جو اعتقاد رکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی باتوں میں سچے ہیں اور انہیں بخوبی معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سے جو بھی چیز متعارض ہو تو وہ باطل ہوگی۔ اور یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ کوئی صحیح عقلی و سمعی دلیل آپ کی بات سے متعارض ہو۔

(درء تعارض العقل والنقل 255 /5)

آپ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب درء تعارض العقل والنقل اور بیان تلبیس الجهمية میں اس مسئلہ کا تفصیلی مناقشہ کیا ہے۔

۴۔عقیدہ کے باب میں ظاہری نصوص کو اخذ کرنا

آپ رحمہ اللہ اہل بدعت پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''جو اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ کے اسماء وصفات میں وارد نصوص کا ظاہری معنی مراد نہیں وہ غلطی پر ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کو جس بھی اسم کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے اور اس کا بظاہر مخلوق بھی مستحق ہے۔ تو اللہ کے حق میں اس کا وہ معنی مراد نہیں ہوگا۔ گویا اس قول کے قائل کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء وصفات کا ظاہری معنی مراد نہیں

حالانکہ یہ قول فساد پر مبنی ہے۔'' (مجموع الفتاوی 357 /6)

چنانچہ اعتقاد کے باب میں نصوص کے ظاہری معنی کو اخذ کرنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ ظاہری معنی ہی مراد ہے واجب ہے کیوں کہ متکلم ان نصوص کی مراد کو دوسروں سے بہتر جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فصیح عربی زبان میں ہم کو مخاطب کیا ہے۔

لہٰذا نصوص کے ظاہری معنی کو قبول کرنا جس معنی سے ذہن متعارف ہے۔ واجب ہے۔

اسماء و صفات میں تاویل کی مذمت کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں: ''تاویل اس معنی میں کہ لفظ کو اس کے اصل مفہوم سے دوسرے مفہوم میں پھیر دینا، کلام سلف میں لفظ تاویل کے اس معنی کا ثبوت نہیں ملتا۔ کوئی ایسی تاویل جو کلام کو اللہ اور اس کے رسول کی مراد سے خارج کردے سلف اس کے منکر تھے۔ اور یہ تاویل تحریف کی ایک قسم ہے۔ سلف جس کے قائل نہیں (الصفدیۃ 191 /1)

۵۔ اعتقاد کے باب میں خبر واحد سے حجت پکڑنا

خبر واحد اگر صحیح سند سے ثابت ہو اور اسے تلقی بالقبول حاصل ہو، تو اہل سنت والجماعت کے نزدیک وہ علم کا فائدہ دیتی ہے۔ اور عقائد واحکام میں تفریق کئے بغیر اس پر عمل کیا جائے گا۔

سنت مطہرہ سے استدلال میں علماء کا موقف بیان کرتے ہوئے آپ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اصحاب حدیث بشمول متبعین ائمہ اربعہ خبری صفات کو ثابت مانتے ہیں، بعض کا کہنا ہے کہ قرآن اور سنت متواترہ میں وارد صفات کو ہی ثابت مانیں گے۔ اور جب تک کسی صفت کے اثبات پر قطعی دلیل نہ ہو اس کی نفی کریں گے۔ جیسا کہ ابن عقیل وغیرہ کا موقف ہے بعض کا کہنا ہے کہ خبر آحاد جسے تلقی بالقبول حاصل ہو اس کے ذریعہ بھی صفات کو ثابت کریں گے۔ بعض کے قول کے مطابق مطلق طور پر صحیح اخبار سے صفات کے باب میں حجت پکڑی جائے گی بعض کا کہنا ہے کہ ہر دلیل کو اس کا حق دیا جائے گا جو دلیل قطعی ہو تو اس سے صفات کو قطعیت سے ثابت کریں گے۔ اور اگر وہ راجح ہو تو اس کے مطابق بات کہیں گے۔ صفات کی نفی یا اثبات قطعیت کے ساتھ اسی وقت کہیں گے جب وہ قطعی دلیل سے ثابت ہو۔ اور جب دلیل سے نفی یا اثبات کے کسی پہلو کی ترجیح ثابت ہو تو کسی ایک پہلو کو ترجیح دیں گے اور یہی سب سے بہترین طریقہ ہے۔''

(درء تعارض العقل والنقل 384-383 /3)

مزید فرماتے ہیں "ہمارا موقف یہ ہے کہ خبر آحاد جسے تلقی بالقبول حاصل ہو اصول دین کے اثبات کے لیے قابل احتجاج ہے۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہو جارہی ہے کہ مسائل عقیدہ کے اثبات اور استدلال میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا منہج اہل سنت والجماعت کے موافق ہے۔ اور وہ اسی منہج کے علمبردار و ترجمان اور شارح ہیں

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

☆☆☆

انسانی زندگی پر گناہوں کے اثرات

طارق اسعد
جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ

انسان اگر اپنے احوال پر غور کرے، گردو پیش پر نظر ڈالے، اپنی جسمانی اور مالی حالت کو پیش نظر رکھے تو اسے ہر طرف نعمتوں کی فراوانی نظر آئے گی، آسائشوں کی بھر مار، سہولتوں کی گہما گہمی اور وسائل کی کثرت تا حد نظر دکھائی دے گی، فرمان باری تعالی ہے ﴿أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً﴾ (لقمان:20)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالی نے زمین اور آسمان کی ہر چیز کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور تمہیں ظاہری و باطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "من أصبح منكم آمنا في سربه معافى في جسده عنده قوت يومه فكأنما حيزت له الدنيا بحذافيرها" (صحیح الجامع 6042)

تم میں سے جس نے بھی صبح کی اس حال میں کہ وہ اپنے گھر یا قوم میں امن سے ہو اور جسمانی لحاظ سے بالکل تندرست ہو اور دن بھر کی روزی اس کے پاس موجود ہو تو گویا اس کے لیے پوری دنیا سمیٹ دی گئی۔

چنانچہ ان نعمتوں کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان اول تو اللہ کا شکر ادا کرے اور ان نعمتوں کی قدر کرے اور دوسرا یہ کہ ان تمام کاموں سے بچے جو اللہ کی ناراضگی کو دعوت دینے والے ہیں اور معصیت و گناہ کے اعمال ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ بندہ اگر ان نعمتوں کی قدر نہیں کرتا اور معصیت میں غرق رہتا ہے تو اسے اس کا بہت بھیانک انجام دنیا و آخرت دونوں جگہوں میں بھگتنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿فَأَمَّا مَن طَغَى، وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا، فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَى، وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى، فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى﴾ (النازعات:37-41)

جس شخص نے سرکشی کی ہوگی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے، ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا ہوگا تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔

انسانی زندگی پر گناہوں کے بہت گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں، بندہ جتنا زیادہ گناہ میں غرق ہوتا جاتا ہے اتنا ہی وہ اللہ سے دور ہوتا جاتا ہے، اس کے دل پر سیاہ نکتہ پڑتا ہے جو بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ پورے دل کو گھیر لیتا ہے اور اسے بالکل ہی سیاہ کر دیتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إن العبد إذا أخطأ خطيئة، نكتت في قلبه نكتة سوداء، فإذا هو نزع واستغفر وتاب: صقل قلبه، وإن عاد زيد فيها، حتى تعلو قلبه،

وهو الران الذی ذکر الله ﴿کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون﴾ (رواه أحمد والترمذی وابن ماجه والحاكم، وحسنه الألبانی)

کہ بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ نمودار ہوتا ہے، اگر انسان نے اس گناہ سے چھٹکارا حاصل کرلیا اور توبہ واستغفار کرلیا تو اس کا دل صاف شفاف ہوجاتا ہے، لیکن اگر وہ دوبارہ وہی گناہ کرتا ہے تو نکتہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ پورے دل کو گھیر لیتا ہے، یہی وہ نکتہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ ﴿کلا بل ران علی قلوبکم ما کانوا یکسبون﴾

بعض سلف سے منقول ہے کہ: "إن للسیئة لظلمة فی القلب، وسوادا فی الوجه، ووهنا فی البدن، ونقصا فی الرزق،وبغضا فی قلوب الخلق" (فقه الأدعية والأذكار از شیخ عبدالرزاق البدر،۲۶۲/۲)

کہ انسان کے دل میں گناہ کی تاریکی ہوتی ہے، اس سے چہرے پر سیاہی آتی ہے، بدن میں کمزوری اور رزق میں تنگی ہوتی ہے نیز مخلوقات کے دل میں بغض وحسد کارفرما ہوجاتا ہے۔

گناہوں کی خطرناکی اس قدر ہے کہ یہ صرف انسان کی انفرادی اور ذاتی زندگی ہی پر اثر انداز نہیں ہوتے بلکہ اس کا سلسلہ دراز ہوتے ہوئے پورے معاشرے کو اپنی چپیٹ میں لے لیتا ہے، فرمان الٰہی ہے ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِیْ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِیْ النَّاسِ لِيُذِيْقَهُم بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْن﴾ (الروم: 41)

خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا اس لیے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالی چکھادے بہت ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں۔

آج آپ اپنے گردوپیش کا جائزہ لیں، دیکھیں کہ انسان کی غلط کاریوں، گناہوں، نافرمانیوں اور حرام خوریوں کی وجہ سے کیا کیا اثرات نہیں ظاہر ہورہے ہیں، آئے دن نت نئی بیماریاں جنم لیتی ہیں جن کا انسان کے پاس باوجود اتنی برق رفتار ترقی کے کوئی علاج نہیں ہے، کرونا وائرس نے کس طرح سے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا وہ ہماری نظروں کے سامنے ہے، انسان اپنی تمام تر برق رفتار ترقی، جدید ٹکنالوجی، نت نئے وسائل، علاج کے طرح طرح کے طریقے، سائنس کی دن دونی رات چوگنی ترقی کے باوجود اس بیماری پر قابو پانے میں ناکام رہا ہے اور ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' کے مصداق تادم تحریر ابھی تک اس مہلک ومتعدی مرض کو کنٹرول نہیں کیا جاسکا ہے۔

گناہوں کے برے اثرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بندہ یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالی اس کا محاسبہ نہیں کررہا ہے، اس پر نعمتیں دراز ہوتی جاتی ہیں، وہ گناہوں میں لت پت ہوتا جاتا ہے اور ہر طرح کی آلائشوں میں محو رہتا ہے، ارشاد باری ہے ﴿ فَلَمَّا نَسُواْ مَا ذُكِّرُواْ بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى إِذَا فَرِحُواْ بِمَا أُوتُواْ أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُون ﴾ (سورۃ الأنعام: 44) پھر وہ جب ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کردیے یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھیں وہ خوب اترا گئے تو ہم نے ان کو دفعتاً پکڑلیا پھر تو وہ بالکل مایوس ہوگئے۔

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”وربما رأى العاصي سلامة بدنه وماله؛ فظن أن لا عقوبة، وغفلته عما عوقب به عقوبة، وقد قال الحكماء: المعصية بعد المعصية عقاب المعصية، والحسنة بعد الحسنة ثواب الحسنة“(صید الخاطر:۵۶)

یعنی بسا اوقات گناہ گار جب دیکھتا ہے کہ اس کا بدن اور مال و دولت سلامت ہے تو یہ سوچتا ہے کہ کوئی پکڑ دھکڑ نہیں، حقیقت یہ ہے کہ اس کی یہ غفلت ہی اس کے لیے عقاب ہے، کسی دانشور کا قول ہے کہ گناہ کے بعد گناہ کرنا ہی اس گناہ کی سزا ہے جب کہ نیکی کے بعد نیکی کرنا مذکورہ بھلائی کا ثواب ہے۔

گناہ کا ایک بھاری نقصان یہ ہے کہ انسان سے علم کی چاشنی اور حلاوت چھن جاتی ہے، وہ چاہے جتنا بھی وقت صرف کرے اور جس قدر بھی محنت اور تگ و دو کرے وہ علم سے کما حقہ مستفید نہیں ہو پاتا، جیسا کہ امام شافعی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں

شكوت إلى وكيع سوء حفظى
فأوصانى إلى ترك المعاصى
وأرشدنى بأن العلم نور
ونور الله لايعطى لعاص

میں نے اپنے استاد امام وکیع سے سوء حافظہ کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہوں کو چھوڑ دینے کی وصیت کی اور فرمایا کہ علم نور ہے اور اللہ کا نور کسی گناہ گار کو عطا نہیں کیا جاتا۔

اللہ رب العالمین نے اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:﴿ وَاتَّقُواْ اللّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّهُ ﴾(سورۃ البقرۃ:282)تم اللہ سے ڈرو اللہ تمہیں علم عطا فرمائے گا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ آج معاشرے میں روپیہ پیسہ بینک بیلنس اور جائیداد کی گہما گہمی کے باوجود بھی انسان کو سکون میسر نہیں ہے، ہر شخص پریشان حال اور بے چین ہے، امن و سکون اور اطمینان عنقا ہو کر رہ گیا ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ معاشرہ برائیوں کی دلدل میں بری طرح دھنسا ہوا ہے، جو صاحب اقدار ہیں وہ حکومت کے نشے میں دھت ہیں، مالداروں کو اپنی دولت پر بڑا غرور ہے، صاحب جاہ و منصب اور ارباب عزت کی حشر سامانیاں عروج پر ہیں، نوجوان جادۂ حق سے بھٹکے ہوئے ہیں، اور فحاشی اور بے حیائی کی تمام حدوں کو پار کیے ہوئے ہیں، اولاد اپنے والدین کی نافرمان ہے، والدین اولاد کی تربیت اور نگہداشت سے غافل ہیں، یہ تمام گناہ ایسے ہیں جنہوں نے معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا ہے اور انہیں کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی گرفت سخت کر دی ہے، سچ فرمایا حق تعالیٰ نے ﴿وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِى لَشَدِيدٌ﴾(سورۃ ابراہیم:7)

نیز فرمایا:﴿وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ﴾(سورۃ الشوری:30)

تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے اور وہ تو بہت سی باتوں سے در گذر فرما دیتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ انسان اگر گناہوں میں لت پت رہے، اللہ کے حدود کو پامال کرتا رہے، نافرمانیاں کرتا رہے، معاصی کا ارتکاب کرتا رہے، اللہ کا خوف اس کے دل سے نکل جائے تو ایسے شخص کی انفرادی زندگی ہی اثر انداز نہیں

ہوتی بلکہ پورا معاشرہ اس سے متاثر ہوتا ہے اور اس کے تعفن سے پوری سوسائٹی کراہیت محسوس کرتی ہے، پھر یہی عمل اس سماج کی تباہی و بربادی کا سبب بنتا ہے اور اللہ کا عذاب نیک و بد اور صالح و طالح سب کو اپنی چپیٹ میں لے لیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَآصَّةً﴾ (سورۃ الأنفال:25) اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص کر صرف انہیں لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ان گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اللہ تعالی سے دعا ہے ہمیں ہر قسم کے گناہوں سے خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی محفوظ رکھے، ہمیں زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور گناہوں کے اثرات بد سے بچائے، آمین

☆☆☆

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

ہند میں حکمت دین کوئی کہاں سے سیکھے
نہ کہیں لذت کردار نہ افکار عمیق

حلقۂ شوق میں وہ جرأت اندیشہ کہاں
آہ! محکومی وتقلید وزوال تحقیق

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق

(علامہ اقبال)

اخبار جامعہ

مولانا ابوصالح دل محمد سلفی

■ **'برنامج اتقان' کا چوتھا و پانچواں پروگرام اختتام پذیر:**
ندوۃ الطلبہ جامعہ سلفیہ بنارس کے زیر اشراف چلنے والا اہم اور متحرک شعبہ ''برنامج إتقان لتنمية المهارات العلمية والثقافية'' کا چوتھا و پانچواں پندرہ روزہ پروگرام بحسن وخوبی اور کامیابی کے ساتھ منعقد ہوا۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

چوتھا پروگرام بتاریخ ۳؍نومبر ۲۰۲۲ء بروز جمعرات بمقام 'قاعۃ المحاضرات' زیر صدارت سابق استاد وشیخ الجامعہ فضیلۃ الشیخ مولانا احسن جمیل صاحب مدنی حفظہ اللہ وتولاہ (نائب ناظم جامعہ سلفیہ بنارس) بعنوان: ''المصادر الأساسية للمذاهب الأربعة وكيفية الاستفادة منها'' منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن مجید کے بعد شیخ الجامعہ فضیلۃ الشیخ مولانا محمد مستقیم صاحب سلفی حفظہ اللہ نے جامعہ سلفیہ بنارس کے قیام کا پس منظر اور اغراض ومقاصد کا ذکر اور صدر مجلس مولانا احسن جمیل صاحب مدنی حفظہ اللہ کا تعارف کراتے ہوئے جامعہ کے لیے ان کے آباء واجداد کی قربانیوں کا بڑے منظم اور جامع انداز میں تذکرہ فرمایا۔ اس کے بعد صدر مجلس نے صدارتی خطاب پیش کیا، چونکہ موضوع نہایت اہم اور تفصیل طلب تھا اور اس کے لیے کافی وقت درکار تھا اس لیے انہوں نے ائمہ اربعہ میں سے صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حوالے سے مفصل ومدلل اور جامع گفتگو کی۔ صدر مجلس حفظہ اللہ نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے میں احناف کی تاریخ ونشوونما کو علمی انداز میں بیان کیا اور مسلک احناف کی بنیادی کتابوں کا ذکر کیا نیز ان سے استفادہ کا طریقہ بھی بتایا۔ طلبۂ جامعہ نے بڑے ہی سکون وانہماک سے آپ کے پرمغز خطاب کو سنا اور خوشی کا اظہار کیا اور ان سے موضوع کی تکمیل کی مؤدبانہ درخواست کی۔ آپ نے طلبہ کی اس مخلصانہ درخواست کو قبول کرتے ہوئے آئندہ جامعہ تشریف لانے اور موضوع کی تکمیل کا وعدہ کیا۔ شیخ محترم نے احناف کے درج ذیل کتابوں کا تعارف وطریقۂ استفادہ بتایا:

۱۔ بدائع الصنائع	۲۔ مختصر القدوری
۳۔ ہدایہ	۴۔ تحفۃ الفقہاء
۵۔ حاشیہ ابن عابدین	۶۔ آثار السنن وغیرہ

واضح رہے کہ یہ پروگرام مذکورہ عنوان پر روشنی ڈالنے کے لیے مولانا احسن جمیل صاحب مدنی حفظہ اللہ وتولاہ کے لیے خاص تھا۔

پانچواں پروگرام یکم دسمبر ۲۰۲۲ء بروز جمعرات بمقام 'قاعۃ المحاضرات' بعد نماز عشاء زیر صدارت فضیلۃ الشیخ مولانا اسرار احمد صاحب ندوی حفظہ اللہ بعنوان: ''مطالعہ کی

اہمیت‘‘ منعقد ہوا۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

پروگرام کا آغاز شرجیل انعام انعام الحق (عالم اول) کی تلاوت قرآن سے ہوا۔ اس کے بعد ابوحیات انیق الاسلام (کلیۃ الحدیث سال اخیر) نے نعت نبی بہترین آواز وانداز میں پڑھی۔ اس کے بعد بالترتیب ظفیر الدین شمس الدین (کلیۃ الحدیث سال اول) نے ’مطالعہ سے بڑھتی ہوئی دوری: اسباب وعلاج‘ کے عنوان سے اور عبد السبحان عبد المنان (کلیۃ الحدیث سال اخیر) نے ’مطالعہ کیا، کیوں اور کیسے؟‘ کے عنوان سے مقالات پیش کیے۔ دونوں طالب علموں نے کافی حد تک اپنے اپنے مقالے میں عنوان کی بہترین وضاحت کی اور اچھے اسلوب میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ اس کے بعد برجستہ سوال وجواب کا سلسلہ (کتابوں اور مصنفین سے متعلق) شروع ہوا۔ بعد ازاں شرکائے پروگرام کے درمیان انعامات کی تقسیم عمل میں آئی۔

اس کے بعد صدر مجلس مولانا اسرار احمد صاحب ندوی حفظہ اللہ نے صدارتی خطاب پیش کیا۔ صدارتی خطاب میں صدر مجلس نے جامع انداز میں مطالعہ کی اہمیت وضرورت اور اس کی افادیت کو بیان کرتے ہوئے طلبہ کو مطالعہ کی ترغیب دی اور درج ذیل کتابوں کی رہنمائی کی۔

۱۔ میری محسن کتابیں

۲۔ میرا مطالعہ

۳۔ مطالعہ کیوں اور کیسے؟ وغیرہ

■ **مسابقۂ حفظ قرآن کریم:**

جامعہ سلفیہ اور اس کے ملحق مدارس کے طلبہ کے درمیان ۳۰؍نومبر ۲۰۲۲ء بروز بدھ ’’قاعۃ المحاضرات‘‘ میں (صبح ۹؍بجے تا دوپہر ۲؍بجے) حفظ قرآن وتجوید کا انعامی مسابقۂ قرآن منعقد ہوا، جس میں ۹۲؍طلبہ نے شرکت کی۔ مسابقہ تین زمروں میں ہوا۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلا زمرہ: حفظ قرآن کریم مع تجوید (کامل)

دوسرا زمرہ: حفظ قرآن کریم مع تجوید (نصف)

تیسرا زمرہ: حفظ قرآن کریم مع تجوید (دس پارہ شروع سے)

پہلے زمرہ کے ممتحن فضیلۃ الشیخ اسعد اعظمی صاحب مدنی، فضیلۃ الشیخ سیف الرحمٰن صاحب مدنی اور حافظ عبد الرحیم صاحب سلفی حفظہم اللہ اور دوسرے زمرے کے ممتحن فضیلۃ الدکتور عبد الصبور ابوبکر مدنی، حافظ عبد الواحد عالیاوی، حافظ عبد الرحمٰن سلفی حفظہم اللہ جبکہ تیسرے زمرے کے ممتحن فضیلۃ الشیخ فضل الرحمٰن سلفی، حافظ عبد الشکور صاحب سلفی اور حافظ دانش جمال سلفی حفظہم اللہ تھے۔

پہلی سے لے کر چھٹی پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو نقدی انعامات سے نوازا گیا۔ انعامات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(پہلے زمرے میں پوزیشن لانے والے طلبہ وانعامات)

حسن یمان بن محمود حسن	10,000 روپئے
سید حاشر اختر بن الیس ارشاد اختر	8,000 روپئے
عبد المنتقم بن عبد المنعم	6,000 روپئے
محمد امین بن محمد حیدر	1,000 روپئے
سرفراز عالم بن محمد میکائیل	1,000 روپئے
علقمہ مبشر بن آفتاب عالم	1,000 روپئے

(دوسرے زمرے میں پوزیشن لانے والے طلبہ وانعامات)

عبداللہ سعد بن شعیب الرحمٰن	6,000روپئے	
ضیاء القمر بن تبارک علی	4,000روپئے	
محمد توحید بن محمد فیروز احمد	3,000روپئے	
عامر حسین بن شعیب الرحمٰن	7,00روپئے	
شاہنواز عالم بن انار الحق	7,00روپئے	
محمد تنویر عالم بن عبدالحق	7,00روپئے	

(تیسرے زمرے میں پوزیشن لانے والے طلبہ وانعامات)

عامر شجر بن سفیان انصاری	5,000روپئے	
سعود کمال بن ابوبکر	3,000روپئے	
شیخ عبدالرحمٰن بن شیخ عبدالرحمٰن	2,000روپئے	
محمد عمیر بن مقصود عالم	500روپئے	
ابوذر بن عبداللہ عارف	500روپئے	
شاہد جنید بن خورشید عالم	500روپئے	

■ جامعہ میں مولانا عبدالسمیع محمد ہارون سلفی انصاری کی تشریف آوری

13 دسمبر 2022م بروز منگل فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالسمیع محمد ہارون سلفی انصاری حفظہ اللہ جامعہ سلفیہ بنارس تشریف لائے اور عالمیت وکلیات (کلیۃ الحدیث، الشریعۃ، الدعوۃ) کی کلاسوں نیز جامعہ کے دیگر شعبوں کا معائنہ کیا، اور جامعہ کی تعلیمی و تربیتی معیار اور پیش رفت کو سراہتے ہوئے مسرت وشادمانی اور اطمینان کا اظہار کیا اور اپنا تاثر ان الفاظ میں پیش کیا:

''جامعہ کے معائنہ سے مجھے احساس ہوا کہ آج بھی مادر علمی کا وہ علمی وروحانی ماحول برقرار ہے جو میں نے کم و بیش چالیس سال قبل اپنے دور طالب علمی میں پایا ہے''۔

ذیل میں آپ کے تاثرات کی کاپی پیش خدمت ہے:

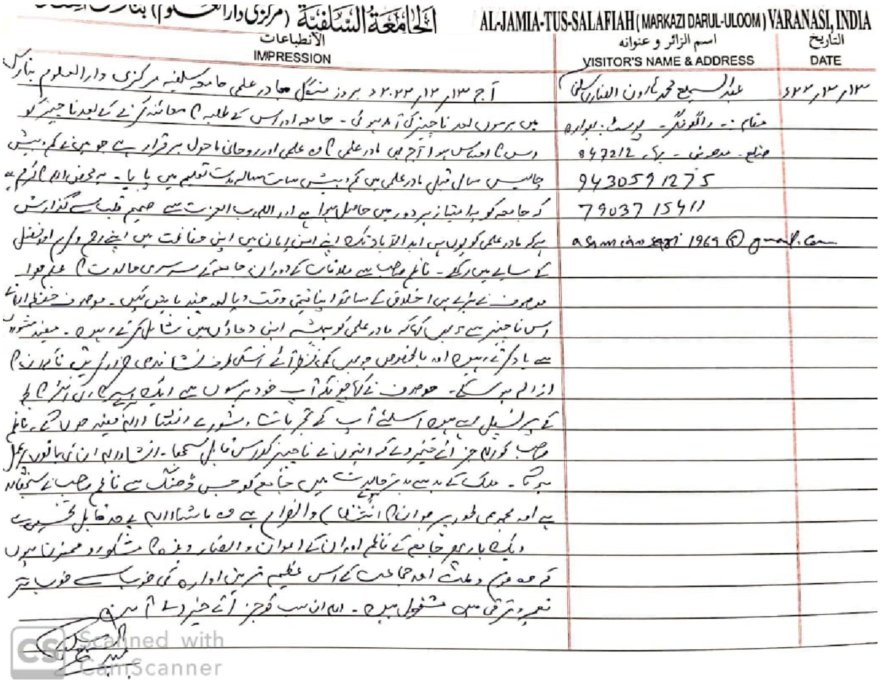
الجامعۃ السلفیۃ (مرکزی دارالعلوم) بنارس
AL-JAMIA-TUS-SALAFIAH (MARKAZI DARUL-ULOOM) VARANASI, INDIA

الانطباعات IMPRESSION	اسم الزائر و عنوانه VISITOR'S NAME & ADDRESS	التاريخ DATE
آج ۱۳/۱۲/۲۰۲۲ء بروز منگل مادر علمی جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم بنارس ...	عبدالسمیع محمد ہارون الانصاری سلفی	۱۳/۱۲/۲۰۲۲
[illegible]	[illegible]	
[illegible]	847212 [illegible]	
[illegible]	9430591275	
[illegible]	7903715611	
[illegible]	[illegible] 1969 @gmail.com	

Scanned with CamScanner

باب الفتاویٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ جو مدارس رجسٹرڈ ہیں اور ایڈیڈ ہیں ایسے مدارس کے درجہ یکم سے درجہ ہشتم تک کے طلباء کو سرکار مدارس کی انتظامیہ کی معرفت کچھ چیزیں بطور امداد عنایت کرتی ہے جیسے دوپہر کا کھانا (مڈ ڈے میل) کتابیں اور یونیفارم وغیرہ لیکن انتظامیہ (مدارس) بچوں تک یہ چیزیں پہنچنے نہیں دیتی ہے (بلکہ درمیان سے غائب کر دیتی ہے) اب سوال یہ ہے کہ (۱) کیا اس حق تلفی کی شکایت سرکاری انتظامیہ سے کرنا غلط ہے؟ (۲) کیا یہ شکایت کرنا غیبت ہے؟ (۳) کیا شکایت کرنے والا حاسد گردانہ جائے گا؟ (۴) کیا انتظامیہ مدارس خیانت کی مرتکب نہیں ہے؟

آپ علماء کرام ومفتیان عظام سے مودبانہ درخواست ہے کہ مندرجہ بالا سوالات کا شرعی حکم تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب وھو الموفق للصواب۔

صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ غیبت قرآن وسنت کی رو سے ایک قبیح وشنیع فعل ہے، اس کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے، اس کی حرمت پر کتاب وسنت میں بکثرت نصوص واضحہ وصریحہ موجود ہیں۔ جیسا کہ اللہ رب العالمین نے اس کی قباحت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ **ولا یغتب بعضکم بعضا أیحب أحدکم أن یأکل لحم أخیه میتا فکرھتموہ**۔ (الحجرات: ۱۲) ترجمہ: تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی شخص اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا، یقیناً تم کو گھن محسوس ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: **الربا ثلاثة وسبعون بابا أیسرھا مثل أن ینکح الرجل أمه، وإن أربی الربا عرض الرجل المسلم**۔ (صحیح الجامع الصغیر ج ۱، ح: ۳۵۳۹) سود کی تہتر قسمیں ہیں ان میں سے سب سے کمتر قسم آدمی کے اپنی ماں کے ساتھ حرام کاری کرنے کی طرح ہے اور سب سے بڑی قسم یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کی عزت وآبرو کے ساتھ کھیلے اور اس کی آبروریزی کرے۔

اس طرح کی ایک اور حدیث ’’صحیح الترغیب ج ۳، ح: ۲۸۳۰ میں بھی ہے۔

یہ اور اس کے علاوہ بہت ساری نصوص سے واضح طور پر غیبت کی حرمت، قباحت وشناعت معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے کسی بھی مسلمان کے لیے غیبت کرنا جائز اور درست نہیں ہے بلکہ ناجائز اور حرام ہے۔

غیبت کہتے ہیں دوسرے کی پیٹھ پیچھے اس کی ایسی برائی کا تذکرہ کرنا جو اس کے اندر موجود ہو جیسا کہ اس حدیث "**عن أبي هريرة أنه قيل: يا رسول الله ما الغيبة؟ قال: ذكرك أخاك بما يكره، قيل: أفرأيت إن كان في أخي ما أقول؟ قال: فإن كان فيه ما تقول فقد اغتبته، وإن لم يكن فيه ما تقول فقد بهته**" (صحیح: سنن ابی داود، باب الغیبۃ، ح: ۴۸۷۴) ترجمہ: آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ غیبت کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے تئیں ایسی بات کا ذکر کرو جو اسے ناپسند ہے۔ کہا گیا کہ اللہ کے رسول اس کے بارے میں آپ کا خیال ہے کہ میں اپنے بھائی کے بارے میں جس چیز کا ذکر کر رہا ہوں وہ اس کے اندر موجود ہے، آپ نے فرمایا: اگر ایسا ہے تو تم اس کی غیبت کر رہے ہو اور اگر ایسا نہیں ہے تو تم اس پر بہتان تراشی کر رہے ہو۔ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔

اوپر کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ غیبت کرنا قطعی طور پر حرام و ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے لیکن چند جگہیں یا مواقع ایسے ہیں جہاں چند شرائط کے ساتھ غیبت جائز ہے، یعنی یہ حرمت غیبت سے مستثنیٰ ہیں۔

(۱) مظلوم کو ظالم کے پیٹھ پیچھے اس کے خلاف بات کرنے کا حق ہے، مثلاً مظلوم شخص بادشاہ یا قاضی وقت کے سامنے ظلم کو بیان کرے تو یہ غیبت نہیں ہے، اس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے جس میں آپ فرماتی ہیں کہ "ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے رسول ﷺ سے شکایت کی کہ ابوسفیان ایک بخیل آدمی ہے اور وہ مجھے اتنا نہیں دیتے کہ مجھے اور میرے بچے کو کفایت کرے۔ (بخاری: ۵۳۵۹)

(۲) منکر کو مٹانے یا مسلمانوں سے مصیبت کو دور کرنے کی غرض سے عیب کا ذکر کرنا، دلیل حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہا: ابوجہم اور معاویہ دونوں نے مجھے شادی کا پیغام بھیجا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ معاویہ تو اتنے فقیر آدمی ہیں کہ ان کے پاس کچھ مال بھی نہیں ہے اور ابوجہم اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے نہیں رکھتے ہیں۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ "ابوجہم عورتوں کو بہت مارتے ہیں"۔

(۳) فتوی طلب کرتے وقت مفتی کے سامنے کسی کا نقص وعیب بیان کرنا۔

(۴) مسلمانوں کو کسی شخص کے شر وفتنہ سے بچانے کے لیے اس کے شر کو بیان کرنا اور مسلمانوں کو اس سے متنبہ کرنا، جیسے حدیث کے راویوں پر جرح کرنا، جھوٹے گواہوں کے جھوٹ کو بیان کرنا۔

(۵) جو شخص علانیہ طور پر فسق و فجور کا ارتکاب کرے اور اپنے جرم کو چھپانے کی ضرورت ہی محسوس نہ کرے وغیرہ وغیرہ۔ (فقہ الاسلام شرح بلوغ المرام ص: ۵۳۸، غیبت اور مسلم معاشرہ پر۔۔۔ص: ۳۷، ۳۸)

صورت مسئولہ میں جس مڈ ڈے میل، یونیفارم، کتابوں میں خیانت، غبن اور چوری کی بات پوچھی جا رہی ہے اس کے بارے میں سب سے پہلے متعلقہ شخص کو حکمت و دانائی اور خیر خواہی کے نظریہ سے سمجھایا جائے، اگر سمجھانے سے وہ سمجھ جائے اور اپنی اصلاح کر لے تو بہت اچھی بات

ہے اور اگر وہ بار بار سمجھانے کے باوجود اپنی اصلاح نہیں کرتا اور برابر چوری وغبن کرتا ہے تو بغرض اصلاح خلوص نیت سے ذمہ دار محکمہ تک اس کی شکایت کرنا غیبت میں داخل نہیں ہے اور اصلاح کی نیت سے ایسا کرنے والا شخص غیبت کرنے والا کہلائے گا اور نہ حاسد کہلائے گا اس لیے کہ اس کا مقصد غبن وخیانت سے روکنا ہے اور حق والوں تک حق پہنچانا ہے۔ اور جب مقصد ایسا ہو تو (۱) اس کی شکایت کرنا غلط نہیں ہے بلکہ بغرض اصلاح ضروری ہے۔ (۲) یہ غیبت نہیں ہے۔ (۳) ایسا کرنے والا شخص حاسد نہیں کہلائے گا۔ (۴) اس خیانت وغبن اور خرد برد کا علم اگر مدارس کی انتظامیہ کو ہو اور وہ اس پر خاموش رہیں تو وہ بھی اس میں شامل ہوں گے یعنی غبن وخیانت کے مرتکب کہلائیں گے۔

هذا ما عندي، والله أعلم بالصواب۔

(ابوعفان نور الہدیٰ عین الحق سلفی)

☆☆☆

مظلوم کی بددعا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے (یمن کے علاقہ) میں بھیجا تو فرمایا کہ تم ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب سے ہیں پس تم سب سے پہلے ان کو اس بات کی دعوت دینا کہ وہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کا اقرار کر لیں، اگر وہ یہ بات مان لیں تو پھر ان کو بتلانا کہ اللہ نے ان پر رات و دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو پھر ان کو بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء پر تقسیم کر دی جائے گی، پس اگر وہ اس کو مان لیں تو (زکوٰۃ وصول کرتے وقت) ان کے عمدہ مال لینے سے اجتناب کرنا اور مظلوم کی بددعاء سے بچنا اس لیے کہ ان کی بددعا اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ (یعنی وہ فوراً قبول ہو جائے گی)

(متفق علیہ)

(بقیہ صفحہ ۴)

محترم قارئین! یہ دین اسلام میں آسانی کی ایک ادنیٰ سی مثال ہے۔ اللہ رب العالمین کی رحمتوں کی ایک علامت ہے۔ تمام اہل سنت والجماعت کا مسح علی الخفین کی مشروعیت پر اتفاق ہے۔

شیعوں اور خوارج کے علاوہ کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی ہے۔ اور مسح علی الخفین کی حدیثیں متواتر ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ستر (۷۰) صحابہ کرام نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے خف پر مسح کیا اور موزوں پر مسح کرنا تیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ لہٰذا ہم مسلمانوں کو چاہیے کہ ہم نبی ﷺ سے ثابت شدہ سنتوں کو زندہ کریں، ان پر عمل کریں، دوسروں تک تبلیغ کریں اور شریعت کی دی ہوئی آسانیوں کو اپنائیں کیونکہ **إن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه۔** (صحیح ابن حبان: ۳۵۴، وصححہ الالبانی) بیشک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کیا جائے جیسے کہ عزائم پر عمل کرنے کو وہ پسند فرماتا ہے۔ ☆☆☆

PRINTED BOOK

JANUARY 2023

ISSN 2394-0212

Vol.XL No.01

R.No. 40352/81

MOHADDIS

THE ISLAMIC CULTURAL & LITERARY MONTHLY MAGAZINE

Website: www.mohaddis.org

جامعہ سلفیہ بنارس کی جدید مطبوعات

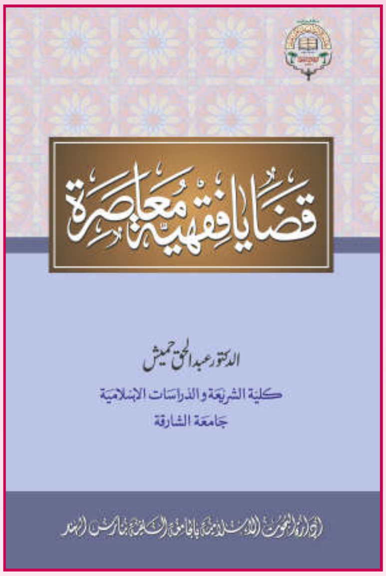

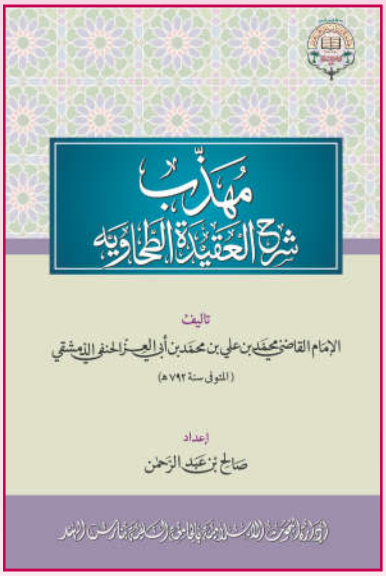

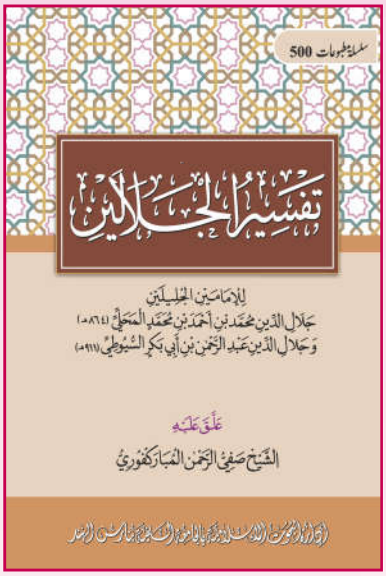

Published by: Obaidullah Nasir, on behalf of Darut-Taleef Wat-Tarjama

B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi, Edited by: Mohammad Ayoob Salafi

Printed at Salafia Press, Varanasi.